تعاونوا علی البر والتقوی

رسالہ

جواز الفاتحہ علی الطعام

مؤلفہ ومصنفہ

مولوی محمد حسین بن حکیم محمد ابراہیم صاحب

گوندانوالہ ضلع گوجرانوالہ

بندہ گنہگار امیدوار رحمت کردگار عبدالجبار رقمت خوشنویس گوندانوالہ
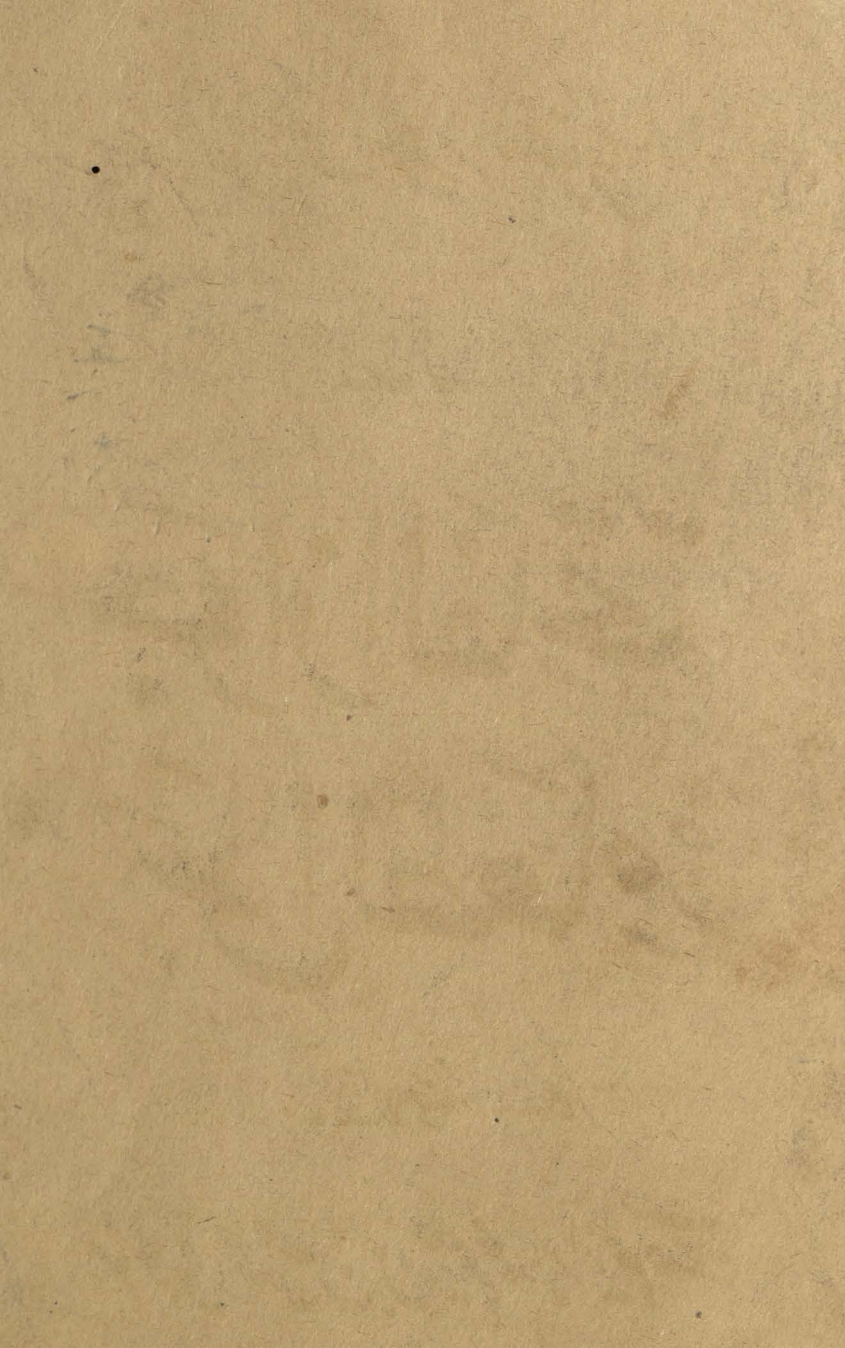
اَلْاِسْتِفْتَاءُ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں۔ کہ اگر کوئی مسلمان کسی خواندہ آدمی کے سامنے طعام رکھ کر کہے۔ کہ کچھ کلمہ و کلام و قرآن مجید کی سورتیں پڑھ کر فلاں کی روح کو ایصال ثواب کرو۔ تب وہ کچھ سورتیں قرآن مجید کی اور درود شریف وغیرہ پڑھ کر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگے۔ کہ یا اللہ تو اس قرآن مجید کا ثواب جو میں نے پڑھا ہے۔ اور اس قرآن مجید کا ثواب جو حاضرین نے پڑھ کر میرے ملک کیا ہے۔ اور اس طعام وغیرہ کا ثواب جو اس وقت میرے سامنے موجود ہے۔ فلاں کی روح کو پہنچا۔ اس پر حاضرین بھی ہاتھ اُٹھا کر آمین آمین کہیں۔ اور فوت شدہ کو اس کی وفات کے تیسرے۔ ساتویں اور چالیسویں روز یا آگے پیچھے اس قسم کی امداد پہنچائیں۔ تو آیا یہ فعل اُن کا حرام ہے یا حلال۔ جائز ہے یا بدعت! اور مسلمانوں کے اس فعل سے وہ کھانا حلال رہے گا یا حرام!

حافظ محمد صاحب وہابی ساکن گوندلانوالہ ضلع گوجرانوالہ اس طعام کو حرام و بدعت شرعی کہتا ہے۔ اس کو مدلل بیان کرو۔ تاکہ اہل سنت والجماعت کے ایمان میں ترقی اور وہابی غیر مقلدوں کی فریب دہی ملیا میٹ ہو۔ بینوا توجروا۔ جزاکم اللہ خیراً

الجواب

اس مسئلہ کو سمجھنے سے پیشتر چار امور کا جاننا ضروری ہے۔ اوّل تعریف حلال۔ دوم تعریف بدعت شرعی۔ سوم تعیین ایام۔ چہارم کید وہابی ۱۲

بیان امر اوّل

حلال وہ ہے۔ جسکی شرع شریف میں ممانعت نہ آئی ہو۔ تفسیر عزیزی میں اللہ تعالیٰ کے قول کُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا کے تحت میں محدّث شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں۔ حلالاً یعنی حلال کہ در شریعت پیغمبر آخر الزمان منع از و نیامدہ باشد ۱۲ اور تفسیر حقانی میں ہے۔ "اور حلال وہ کہ جس کو شرع نے ممنوع نہ کیا ہو۔ پارہ ۲ صفحہ ۲۲

بیان امر دوم

ہر مسلمان کو بدعت شرعی سے بغض رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ اس کا مرتکب گمراہ جہنمی ہے۔ مگر بدعت شرعی کی تعریف کا جاننا ضروری ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ مَا اَحْدَثَ وَخَالَفَ کِتَابًا اَوْ سُنَّۃً اَوْ اَثَرًا اَوْ اِجْمَاعًا فَهُوَ الْبِدْعَۃُ الضَّلَالَۃُ وَمَا اَحْدَثَ مِنَ الْخَیْرِ وَلَمْ یُخَالِفْ مِنْ ذٰلِكَ فَهُوَ الْبِدْعَۃُ

المحمودۃ یعنی ہر نئی بات جو مخالف کتاب اللہ یا مخالف سنت رسول اللہ یا مخالف اقوال صحابہ یا مخالف
اجماع ہو۔ سو وہ گمراہی والی بدعت ہے۔ اور ایسا نیا نیک کام جو ان کے مخالف نہ ہو۔ سو وہ بدعت قابل ثناء ہے۔
دیکھو سیرت حلبی۔ بیہقی۔ حاشیہ مشکوٰۃ مجتبائی باب الاعتصام ۱۲ اور بعض علماء نے بدعت کی تعریف میں فرمایا
البدعۃ مالم یکن فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھی علیٰ قسمین حسنۃ وسیئۃ
یعنی بدعت وہ ہے۔ جو نہ ہو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں۔ اور وہ دو قسم ہے حسنہ وسیئہ ۱۲ یہ تعریف
اُن علماء کے نزدیک ہے۔ جو بدعت کی تقسیم کے قائل ہیں۔ مگر جو علماء بدعت کی تقسیم کے قائل نہیں۔ اُن کے نزدیک
بدعت کی تعریف مَا اُحْدِثَ عَلیٰ خِلَافِ الْحَقِّ الْمُتَلَقّٰی عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
یعنی جو چیز نئی حق کے مخالف نکالی گئی ہو۔ وہ بدعت ہے۔ اور جو فقط محدث ہو اور خلاف حق نہ ہو وہ بدعت
نہیں۔ بلکہ اُس کو سُنّت کہتے ہیں۔ دیکھو مولوی اسماعیل صاحب تقویۃ الایمان کے دوسرے حصہ تذکیر الاخوان
میں لکھتے ہیں "کہ جو مجتہدوں نے اپنے اجتہاد سے نکالا ہے۔ وہ سُنّت میں داخل ہے"

الغرض سب علماء محققین کے نزدیک بدعت شرعی کی تعریف یہ ہے۔ بدعت شرعی وہ ہے۔ جو قرآن شریف
یا حدیث صحیح یا اجماع یا کسی ائمہ کے خلاف دین میں کوئی نئی بات ایجاد کی جاوے۔ اسی کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے ضلالت فرمایا۔ اور جو وعید اہل بدعت کے حق میں ہے۔ اس سے یہی بدعت مراد ہے۔ لیکن کوئی امر ایسا جس
کی شرع شریف یا حدیث یا اجماع میں ممانعت نہ آئی ہو۔ اور وہ قرآن وحدیث واجماع کے خلاف نہ ہو۔
جدید شروع کیا جاوے تو وہ حکماً سُنّت ہوگا۔ اس کو بدعت سمجھنا غلط ہے۔

دیکھو شرح جواہر التوحید میں ہے۔ وَمِنَ الْجَھَلَۃِ مَنْ یَّجْعَلُ کُلَّ اَمْرٍ لَمْ یَکُنْ فِیْ زَمَنِ
الصَّحَابَۃِ بِدْعَۃً مَذْمُوْمَۃً وَاِنْ لَّمْ یَقُمْ دَلِیْلٌ عَلٰی قُبْحِہٖ تَمَسُّکًا بِقَوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِیَّاکُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ وَلَا یَعْلَمُوْنَ اَنَّ الْمُرَادَ بِذٰلِکَ اَنْ یَّجْعَلَ فِی الدِّیْنِ
مَا ھُوَ لَیْسَ مِنْہُ ۱۲ انوار ساطعہ صفحہ ۳۸ ۔ یعنی بعض جہال ایسے ہیں۔ جو وایاکم ومحدثات الامور سے
تمسک کرکے ہر اُس امر کو جو صحابہ کے زمانہ میں نہ تھا۔ بدعت مذمومہ قرار دیتے ہیں۔ چاہے اُس کے قبح پر کوئی
دلیل قائم نہ کر سکتے ہوں۔ اور سچ بات تو یہ ہے۔ کہ یہ جہال وایاکم ومحدثات الامور کا مطلب نہیں جانتے۔
اس حدیث کی مراد یہ ہے۔ کہ جو امور از قبیل دین نہیں۔ اُن کو دین میں شمار کرنے سے بچو ۱۲

اس تقریر سے جواب حاصل ہو گیا۔ ان لوگوں کا جو بدوں سوچے سمجھے شر الامور محدثاتہا وایاکم
ومحدثات الامور وکل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ پڑھکر ہر اُس احداث کے مرتکب
کو جس کے قبح پر کوئی دلیل قائم نہ ہو۔ گمراہ و بدعتی کہدیا کرتے ہیں۔ حالانکہ حدیث مذکورہ بالا کا یہ مفہوم نکالنا
خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حسب ذیل حدیثوں کی خلاف ورزی کرکے بدعتی بننا ہے ۱۲

حدیث اوّل مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ یہ صحیحین کی حدیث
ہے۔ یعنی جس نے نکالی ہمارے اس دین میں وہ بات جو دین کی قسم سے نہیں۔ یعنی کتاب و سنت کے
مخالف ہے۔ پس وہ بات اُس کی رد ہے۔ شارحین حدیث نے لفظ ما لیس منہ کی شرح میں لکھا ہے

فِيهِ اِشَارَةٌ اِلٰى اَنَّ اِحْدَاثَ مَا لَا يُنَازِعُ الْكِتٰبَ وَالسُّنَّةَ لَيْسَ بِمَذْمُوْمٍ اور اشعۃ اللمعات میں "مالیس منہ" کی شرح میں لکھا ہے "کہ مراد چیز است کہ مخالف ومغیر دین باشد" اور نواب قطب الدین خانصاحب مظاہر حق میں اس کی شرح میں لکھتے ہیں: "اشارہ ہے اس کی طرف کہ نکالنا اس چیز کا جو مخالف کتاب وسنت کے نہ ہو برا نہیں"

اور ان شارحین حدیث کو اس طرح معنی کرنیکی یہ ضرورت محسوس ہوئی۔ کہ ابوداؤد میں ہے۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَنَعَ اَمْرًا عَلٰی غَیْرِ اَمْرِنَا فَھُوَ رَدٌّ۔ یعنی جس نے کیا کوئی کام ہمارے کام سے غیر طریقہ پر وہ ردّ ہے۔ اب غور کرو۔ حضرتؐ کا کام کتاب وسنت ہے۔ کتاب و سُنت کے غیر ہی طریقہ ہوگا۔ جو بالکل اس کے مخالف اور اس کا مغیر یعنے بدل دینے والا ہوگا۔

الحاصل اس حدیث سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ حضور نے لفظ مَن ارشاد فرمایا۔ یہ لفظ عربی عام ہے۔ اِس میں قید کسی قرن کی نہیں یعنی آپ نے یوں نہیں فرمایا۔ کہ جو کوئی نکالے نئی بات اوّل قرن میں دوسرے میں تیسرے میں یا بالکل آخری زمانہ میں۔ بلکہ عام فرمایا۔ کہ جب کبھی کوئی نکالے وہ ردّ ہے چاہے صحابہ کے زمانہ میں کوئی نکالے یا تابعین وتبع تابعین کے زمانہ میں ۱۲

دوسری بات یہ ہے۔ کہ اُس نئی بات نکالی ہوئی کا مردود ہونا موقوف ہے۔ اس بات پر کہ مخالف ہو۔ کتاب وسنت کے۔ اب بعض بھائی کا یہ کہنا۔ کہ ہر نیا امر جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وتابعین وتبع تابعین کے زمانہ میں نہ ہو بدعت مذمومہ ہے۔ یا اُن کا فقط یہ کہنا۔ کہ جو کام رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں نہ ہو بدعت ہے۔ ان قائلین کا یہ قول بدعت شرعی ہے۔ جس کی وجہ سے یہ لوگ بدعتی ہو کر جہنم کا ایندھن بنیں گے۔ اور ایسے ہی لوگوں کو حدیث شریف میں کلاب النار کہا گیا ہے۔ ۱۲ کیونکہ ہماری پیش کردہ مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہو چکا ہے۔ کہ امور محدثہ کا حسنہ وسیئہ ہونا موقوف مخالفت وعدم مخالفت کتاب وسنت پر ہے نہ کہ زمانہ پر اور یہ مسئلہ اصول میں معین ہو چکا ہے۔ کہ جب کوئی حکم کسی امر مقید پر ہوتا ہے۔ تو وہ حکم قید کی طرف راجع ہوتا ہے۔ اِس حدیث میں فھو ردّ حکم ہے۔ یہ اصل احداث پر راجع نہ ہوگا۔ بلکہ اسکی قید جو مالیس منہ ہے اس کی طرف راجع ہوگا۔ یعنی جو نئی بات مخالف اور تغییر دینے والی دین کی ہو وہ ردّ ہے۔ نہ یہ کہ جو کوئی عمدہ بات اور صالح ونیک اصول دین کے موافق نکالی جاوے۔ وہ بھی رد ہے۔ دیکھو ائمہ اربعہ کی مدونہ فقہ اصول وحدیث وصرف ونحو وغیرہ عہد نبوی میں نہ تھے۔ چونکہ مخالف کتاب اللہ ومخالف سنت رسول اللہ ومخالف اجماع نہیں۔ لہٰذا ان کو آجتک کسی نے بھی بدعت نہیں کہا۔ اور کیسے بدعت کہیں جبکہ آپ احداث کو مالیس منہ کیساتھ مقید فرما چکے یعنی وہ محدث بات مردود ہے جو کسی غیر طریقہ اسلام پر ہو اور مخالف ہو۔ پس جس قدر حدیثیں منع اور بدعت میں ہونگی۔ وہ احداث اور بدعت مخالف دین کی طرف راجع ہونگی۔ نہ احداث خیر اور بدعت حسنہ کی طرف ۱۲

اس تقریر سے حدیث مَا اَحْدَثَ قَوْمٌ بِدْعَۃً اِلَّا رُفِعَ مِثْلُھَا مِنَ السُّنَّۃِ کے معنی بھی بلا تکلف صحیح ہوگئے۔ اسلئے کہ جو بدعت مخالف سنت ایجاد ہوگی۔ ظاہر ہے کہ وہ سنت کو مٹا دیگی۔ دیکھو علمائے دیوبند

کے سرکردہ علامہ رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب الرائ النجیح فی عدد رکعات التراویح صفحہ ۱۵ پر لکھتے ہیں "کہ جو امر مخالف سنت رسول اللہ ہوگا وہ امر بدعت ہوگا"

باقی رہی حدیث تَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلٰثٍ وَّسَبْعِیْنَ مِلَّةً کُلُّهُمْ فِی النَّارِ اِلَّا وَاحِدَةً قَالُوْا مَنْ هِیَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ مَا اَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِیْ یعنی میری امت میں تہتر فرقے ہونگے۔ سب آگ میں جائیں گے مگر ایک۔ لوگوں نے پوچھا وہ کونسا فرقہ ہے۔ فرمایا جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب ۱۲۔ سو مراد اس سے یہ نہیں۔ کہ کوئی عمل جزئیہ مخصوصہ اگر آپ نے یا اصحاب نے نہیں کیا۔ تو اس کا کرنیوالا فی النار ہوگا۔ کیونکہ صحاح ستہ و ہفتہ وار اخبار نکالنا و مدرسہ وغیرہم کو بالاتفاق نہ آپ نے کیا نہ اصحاب نے تو چاہیئے۔ کہ یہ سب بہیئت کذائیہ کرنیوالا مستحق نار ہوگا۔ معاذ اللہ۔ بلکہ اس حدیث کی صحیح مراد یہ ہے۔ کہ جو آپکے اور آپکے اصحاب کے اصول ہیں۔ اس کے مخالف جو ہوگا۔ وہ فی النار ہوگا۔ اور کسی امر حسنہ کا احداث مخالف اصول نہیں۔ لہٰذا یہ بدعت بھی نہیں۔ بلکہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فرماکر ترغیب ایجاد اعمال حسنہ کی دی۔ جیساکہ آگے آویگا انشاء اللہ تعالیٰ

اور اسی طرح اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بہت سے امور خیر ایسے کہ زمانہ نبوت میں نہ تھے ایجاد فرمائے اور اطلاق احداث حسن اور نعمت البدعۃ وغیرہ کا کیا خود حضرت عمرؓ کی محدثات ہی دیکھو جنکی ایک کتاب بنتی ہے۔ اسلام کیلئے سنہ ہجری انہوں نے مقرر کی۔ شہروں کی حفاظت کیواسطے کوتوال مقرر کئے بیت المال کیلئے ایک باضابطہ دفتر تجویز کیا۔ جنگی فوج کیلئے قواعد رخصت و حاضری ٹھیرائے۔ اور جنگ کے دستور اور مقدمات وغیرہ کیلئے خاص خاص ہدائتیں مرتب کیں۔ اور رعایا کی حفاظت کیواسطے ایکٹ تجویز کرکے شائع کئے۔ راتوں کو پوشیدہ طور پر پھرنا وغیرہ یہ سب امور گو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کئے۔ مگر ان کو بدعت نہیں کہا جائیگا کیونکہ یہ امور قواعد دین کے مخالف نہیں۔

آپ خوب جان لیں کہ صحابہ کے نزدیک احداث فی الاسلام سے بڑھکر کوئی چیز مبغوض ترین نہ تھی۔ اور اس پر یہ حدیثیں شہادت ہیں۔

(۱) اَخْرَجَ التِّرْمِذِیُّ فِیْ جَامِعِهٖ عَنِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰہِ الْمُغَفَّلِ قَالَ سَمِعَنِیْ اَبِیْ وَاَنَا فِی الصَّلٰوةِ اَقُوْلُ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ فَقَالَ لِیْ اَیْ بُنَیَّ مُحْدَثٌ اِیَّاكَ وَالْحَدَثَ قَالَ وَلَمْ اَرَ اَحَدًا مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ اَبْغَضَ اِلَیْهِ الْحَدَثُ فِی الْاِسْلَامِ ۱۲ ترجمہ۔ ترمذی میں عبداللہ بن مغفل سے روائت ہے۔ کہا اس نے کہ میرے باپ نے مجھ سے دوران نماز میں تسمیہ بجہر سُنا۔ فرمایا۔ کہ اے میرے لڑکے یہ امر نو پیدا ہے یعنی بدعت ہے اور بدعت سے کمال درجہ بچاؤ رکھ۔ اور نہیں دیکھا میں نے کسی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے جو ہووے زیادہ بغض والی کوئی شے۔ نزدیک ان کے احداث فی الاسلام سے۔

(۲) وَاَخْرَجَ ابْنُ السَّاعَاتِیِّ فِی الْمَجْمَعِ اَنَّ رَجُلًا یَوْمَ الْعِیْدِ اَرَادَ اَنْ یُّصَلِّیَ قَبْلَ صَلٰوةِ الْعِیْدِ فَنَهَاهُ عَلِیٌّ رض فَقَالَ اِنِّیْ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَا یُعَذِّبُ عَلَی الصَّلٰوةِ فَقَالَ عَلِیٌّ رض

إِنِّی أَعْلَمُ أَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَا یُثِیْبُ عَلٰی فِعْلٍ حَتّٰی یَفْعَلَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أَوْ یَحُثَّ عَلَیْہِ فَیَکُوْنُ صَلٰوتُکَ عَبَثًا وَالْعَبَثُ حَرَامٌ فَلَعَلَّہٗ تَعَالٰی یُعَذِّبُکَ لِمُخَالِفَتِکَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ۱۲ ترجمہ :- ایک شخص نے عید کے روز عید کی نماز پیشتر نماز پڑھنے کا ارادہ کیا۔ تو حضرت علی کرم اللہ وجہ نے اس کو منع کیا۔ اُس نے کہا۔ کہ اے امیر المؤمنین میں یقینی طور سے جانتا ہوں۔ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نماز کے ساتھ کسی کو عذاب نہیں کریگا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ کہ میں بھی یقینی طور سے جانتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ ثواب نہ دیگا کسی ایسے فعل پر جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نہ کیا ہو یا اس پر عمل کرنیکی ترغیب نہ دی ہو۔ اور تیری یہ نماز اس طرح کی نہیں پس عبث ہوگی۔ اور عبث حرام ہے۔ پس شائد کہ حق تعالیٰ تجھ کو عذاب فرما دیگا تیری مخالفت کے سبب سے واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔

اے مخاطب غور کر! کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے انکار فرمایا اُس نماز کا۔ جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ خود پڑھا اور نہ اُسکے پڑھنے کی ترغیب دی۔ بلکہ اُسکے فاعل کو عذاب الٰہی سے ڈرایا۔ کہ حق تعالیٰ تجھ کو بسبب اس نماز کے شائد عذاب کریگا۔ کیونکہ اِس میں نہ آپکا فعل پایا گیا۔ اور نہ ترغیب۔ پس اس میں آپکی مخالفت ہوئی۔

نیز اس اثر اور بیان ماسبق سے وہابی مقلدوں و وہابی غیر مقلدوں کے اُس بڑے فریب کے بخئے اُدھڑ گئے اور قلع قمع ہؤا۔ جس کی تقریر یوں کیا کرتے ہیں۔ "کہ بھائیو! جو کام رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ وہ ہم کس طرح کریں"۔ بس اس اثر اور بیان ماسبق سے جواب حاصل ہؤا۔ کہ اے عقلمندو! کسی چیز کو بدعت کہنے سے پیشتر غور فرما لیا کرو۔ کہ آیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود یہ کام کیا ہے یا نہیں۔ اگر آپ نے کیا ہے۔ اور وہ آپکی خصوصیات سے بھی نہیں تو یقیناً مسنون ہے۔ اور اگر آپکا فعل ثابت نہیں ہو سکا۔ تو پھر اس امر کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ کہ آیا کلام الٰہی و حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس فعل کی ترغیب ہے یا نہیں۔ اگر ترغیب ہے تو اُس کو بدعت نہ کہنا۔ کیونکہ قرآنی ترغیب و نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی پائی گئی۔ اس پر عمل کرنا موجب ثواب اور اس کے ترک سے بعض صورتوں میں گنہگار اور بعض صورتوں میں کافر ہو جائیگا۔ اگر قرآن و حدیث میں ترغیب نہیں آئی۔ تو پھر بھی وہ فعل اُس وقت تک بدعت نہ ہوگا۔ جب تک مخالف دین ثابت نہ ہو۔ اگر مخالف تو الدین ثابت ہو جاوے۔ تو واقعی بدعت شرعی ہوگا۔ ورنہ وہ فعل مباح یعنی جائز الاصل مع جواز الترک رہیگا۔ ۱۲

اب ہندوستان کے وہابیوں کا فوراً یہ کہدینا۔ کہ چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایسا کرنا ثابت نہیں۔ لہٰذا بدعت ہے۔ بالکل غلط ہے کوئی مسلمان ایسی غلط بات کو تسلیم نہ کرے۔ جب ایک فعل خدا و رسول علیہ الصلوٰت والسلام کی کلام سے صراحتاً اشارتاً یا کنائۃً ثابت ہو رہا ہے۔ یا خدا اور رسولؐ کی کلام سے اُسکی رغبت ثابت ہو رہی ہے یا وہ فعل شرع شریف کے مخالف نہیں۔ تو ایسا فعل کسی صورت سے بدعت نہیں۔ ایسے فعل کو بدعت کہنے والے خود گمراہ و بدعتی ہیں۔ اُن کے دامِ تزویر میں مسلمان نہ آئیں۔ یہ لوگ باوجود بدعتی ہونیکے سنت کی آڑ میں شکار کرتے ہیں۔

تمہاری تسکین خاطر کیواسطے دو تین شہادتیں اور بھی معتبر عالموں کی درج کر دیتا ہوں۔

(۱) قَالَ الشَّیْخُ وَلِیُّ اللّٰہِ الدِّہْلَوِیُّ رحمۃ اللہ علیہ مِنَ الْبِدْعَۃِ بِدْعَۃٌ حَسَنَۃٌ کَالْأَخْذِ بِالتَّوَاجُدِ لِمَا حَثَّ عَلَیْہِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ غَیْرِ عَزْمٍ کَالتَّرَاوِیْحِ وَمِنْہَا

مُبَاحَةٌ كَعَادَاتِ النَّاسِ فِي الْأَكْلِ وَالشُّرْبِ وَاللِّبَاسِ وَهِيَ هَنِيْئَةٌ وَمِنْهَا مَاهِيَ تَرْكُ الْمَسْنُوْنِ وَتَحْرِيْفُ الْمَشْرُوْعِ وَهِيَ الضَّلَالَةُ ۱۲ ترجمہ :۔ شیخ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ایک بدعت حسنہ ہے۔ اس کو مضبوط پکڑنا چاہیئے۔ جبکہ بدوں عزم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ترغیب دی ہو۔ جیسا کہ نماز تراویح۔ اور بعض بدعات مباح ہیں۔ جیسا کہ کھانے۔ پینے۔ پہننے کے متعلق لوگوں کی عادات اور وہ خوشگوار ہے۔ اور بعض بدعات سے سنت کا ترک اور شریعت کی تحریف لازم آتی ہے۔ اور وہ سراسر گمراہی ہے ۱۲

(۲) وَقَالَ السَّيِّدُ الْعَلَّامَةُ الْبِدْعَةُ الْمُحَرَّمَةُ هِيَ الَّتِيْ تَرْفَعُ السُّنَّةَ مِثْلَهَا وَالَّتِيْ لَا تَرْفَعُ شَيْئًا مِنْهَا فَلَيْسَتْ هِيَ مِنَ الْبِدْعَةِ فِيْ شَيْءٍ بَلْ هِيَ مُبَاحُ الْأَصْلِ وَالْبَرَاءَةُ الْأَصْلِيَّةُ مُسْتَصْحَبَةٌ لَهَا ۱۲ اور سید علامہ نے فرمایا۔ کہ حرام کردہ بدعت وہ ہے۔ جو سنت کو اٹھا دیوے۔ اور جو سنت کو نہیں اٹھاتی۔ سو وہ بدعت نہیں۔ بلکہ وہ مباح الاصل ہے۔

(۳) قَالَ الشَّيْخُ ابْنُ الْأَثِيْرِ الْجَزَرِيُّ الْبِدْعَةُ بِدْعَتَانِ بِدْعَةُ هُدًى وَبِدْعَةُ ضَلَالٍ فَمَا كَانَ فِيْ خِلَافِ مَا أَمَرَ اللّٰهُ بِهِ وَرَسُوْلُهُ فَهُوَ فِيْ حَيِّزِ الذَّمِّ وَالْإِنْكَارِ وَمَا كَانَ وَاقِعًا تَحْتَ عُمُوْمِ مَا نَدَبَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ فَهُوَ فِيْ حَيِّزِ الْمَدْحِ وَلَوْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مِثَالٌ مَوْجُوْدٌ عَلَى الْأَوَّلِ يُحْمَلُ الْحَدِيْثُ الْآخَرُ كُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ إِنَّمَا يُرِيْدُ مَا خَالَفَ أُصُوْلَ الشَّرِيْعَةِ وَلَمْ يُوَافِقِ السُّنَّةَ انتهى مُلَخَّصًا ۱۲ یہ تینوں شہادات ہدیۃ المہدی جلد اصفحہ ۱۱۷ مصنفہ مولوی وحید الزمان میں ہیں۔ یعنی کہا شیخ ابن اثیر جزری۔ نے بدعتیں دو قسم کی ہیں۔ بدعت ہدائت و بدعت ضلالت۔ سو جو بدعت اللہ و رسولؐ کے احکام کے خلاف ہو۔ پس وہ مذمومہ ہے۔ اور جو اللہ و رسولؐ کی عام ترغیبات کے تحت ہو۔ سو وہ قابل ثناء ہے۔ چاہے اس کی مثال پہلے موجود نہ ہو۔ اور حدیث کل محدثۃ بدعۃ پہلی قسم پر محمول ہے۔ جس سے مراد یہ ہے۔ کہ جو اصول شریعت کے مخالف اور سنت کے موافق نہ ہو ۱۲

(۴) امام حجۃ الاسلام احیاء العلوم جلد ۲ صفحہ ۲۷۱ در آداب سماع فرماتے ہیں: "کہ جب صوفی حالت وجد صادق میں کھڑا ہو جاوے تو لابد ہے۔ کہ جماعت اوسکی موافقت میں کھڑی ہو جاوے۔ اور اسی طرح اگر یہ عادت جاری ہو جائے۔ کہ صاحب وجد کا عمامہ اتر جائے۔ تو سب عمامہ اپنا الگ کر دیویں۔ اس کا کپڑا بدن سے الگ ہو جائے تو لوگ بھی وہ کپڑا اپنے بدن سے ڈالدیں اسکی موافقت میں۔ سو یہ باتیں البتہ حقوق صحبت اور حسن معاشرت میں داخل ہیں۔ اور اگر کوئی یہ کہے۔ کہ یہ تو بدعت ہے۔ صحابہ سے منقول نہیں۔ ہم کہیں گے۔ بہت سی مباح باتیں صحابہ سے منقول نہیں۔ اندیشہ اسی بدعت کا ہے۔ جو مٹا دے کسی سنت مامور بہا کو۔ اور نقل نہیں کی گئی کسی چیز کے لئے ان اشیاء مذکورہ سے نہی واسطے ممانعت کے ۱۲

اور احیاء العلوم جلد ۲ صفحہ ۹۲ میں فرمایا۔ کہ فقط سیاہ لباس پہننا مکروہ نہیں لیکن محبوب بھی نہیں۔ اس لئے کہ محبوب اللہ تعالیٰ کے نزدیک سفید لباس ہوتا ہے۔ اور جس نے یہ کہا۔ کہ مکروہ و بدعت ہے مراد اس کی یہ ہے۔ کہ عصر اول میں اس کا دستور نہ تھا۔ وَلٰكِنْ إِذَا لَمْ يَرِدْ فِيْهِ نَهْيٌ فَلَا يَنْبَغِيْ أَنْ يُسَمّٰى بِدْعَةً وَمَكْرُوْهًا وَلٰكِنْ تَرْكُهُ أَحَبُّ ولیکن جبکہ اس میں نہی شارع سے وارد نہیں۔ تو اسکو بدعت

ومکروہ نہ کہنا چاہیئے۔ ہاں ترک احبّ ہے۔ اسلئے کہ زیادہ محبوب اللہ کو سفید لباس ہوتا ہے ۱۲

دونوں مقام کی تقریریں حضرت حجۃ الاسلام کی صاف بیان کررہی ہیں۔ کہ صدر اوّل میں دستور نہ ہونا یا منقول نہ ہونا بدعت ومکروہ ہونے کا سبب نہیں۔ جب تک صریح نہی شارع ناطق نہ ہو۔ اب بعض وہابیوں کا یہ کہنا۔ کہ جس کام کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ وہی کام مخالف سنت وبدعت ومکروہ ہے۔ اس کو نہ کرنا چاہیئے۔ اور یہ مغالطہ دینا کہ صحابہ نے جن امور پر انکار کیا ہے۔ وہ سب امور خیر تھے۔ ان میں کوئی بات سوا اس کے نہ تھی۔ کہ ہیئت انکی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں پائی گئی۔

سو جواب اس کا یہ ہے۔ کہ صحابہ نے جس جدید امر کو مخالف اصول شریعت پایا۔ اسی سے منع کیا ہے۔ کیونکہ جو امر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہیں کیا۔ اس کو علی الاطلاق مخالف سنت وبدعت ومکروہ نہیں کہنا چاہیئے۔ بلکہ جس سے نص شارع ساکت ہو۔ وہ مباح یعنی جائز ہے۔ انشاء اللہ الرحمٰن عنقریب ثابت ہو جائیگا۔ کہ مسکوت عنہ معافی میں ہے، حرام ومکروہ وبدعت نہیں۔

بیان امر سوم

کسی مصلحت کیواسطے کسی دن کا معین کرلینا شرع شریف میں وارد ہے۔ مشکوٰۃ مجتبائی صفحہ ۳۲ کتاب العلم فی نضیلتہ فصل اول بحوالہ بخاری ومسلم ہے۔ عَنْ شَقِیْقٍ قَالَ کَانَ عَبْدُ اللّٰہِ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رضہ یُذَکِّرُ النَّاسَ فِیْ کُلِّ خَمِیْسٍ فَقَالَ لَہٗ رَجُلٌ یَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ لَوَدِدْتُ اَنَّکَ ذَکَّرْتَنَا فِیْ کُلِّ یَوْمٍ قَالَ اَمَا اَنَّہٗ یَمْنَعُنِیْ مِنْ ذٰلِکَ اَنِّیْ اَکْرَہُ اَنْ اُمِلَّکُمْ وَاِنِّیْ اَتَخَوَّلُکُمْ بِالْمَوْعِظَۃِ کَمَا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَخَوَّلُنَا مَخَافَۃَ السَّاٰمَۃِ عَلَیْنَا ۱۲ شقیق رحمۃ اللہ علیہ جو کبار تابعین مقبولین سے شاگرد عبداللہ بن مسعودؓ ہیں۔ روایت کرتے ہیں۔ کہ عبداللہ بن مسعودؓ ہر جمعرات کے دن وعظ کیا کرتے تھے۔ جب لوگوں نے کہا۔ روز وعظ کیا کرو۔ جواب دیا۔ کہ مجھ کو پسند نہیں آتا۔ کہ تم کو تنگ کروں روز کہہ کہکر۔ جس طرح میں وعظ کہتا ہوں۔ اسی طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہم کو وعظ فرماتے تھے ۱۲

اِس سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جمعرات کا دن وعظ کیلئے مقرر کرلیا تھا۔ اور اُن کے بیان سے سمجھا جاتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دن مقرر کر رکھا تھا۔ حالانکہ کلام اللہ میں کوئی دن وعظ کے لئے مقرر نہیں ہوا۔ بلکہ یوں وارد ہے۔ وَذَکِّرْ فَاِنَّ الذِّکْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ اس میں کوئی قید دن کی نہیں پس ظاہر ہے۔ کہ حضور نے اور صحابہ نے جو دن معین کیا تھا۔ وہ کسی مصلحت کیواسطے تھا۔ اور یہ حدیث ارباب تفقہ فی الدین کے لئے اصل عظیم ہے۔ اگر کوئی دن کسی امر خیر کیلئے بباعث بعض مصلحت معین کیا جاوے تو جائز ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث سے تعین یوم پر سند پکڑی ہے۔ اور ترجمہ باب کا مَنْ جَعَلَ لِاَھْلِ الْعِلْمِ اَیَّامًا مَعْلُوْمَۃً قرار دیا لکھ۔ وہ کونسا عالم ہے۔ جس نے اہل علم کیواسطے دن معین کئے۔ اس کے نیچے حدیث مذکورہ بالا لاکر بتلادیا۔ کہ وہ عبداللہ ابن مسعودؓ ہیں۔

اب ہم یاد دلاتے ہیں اس موقع پر قول مولوی اسماعیل کا جو تذکیر الاخوان حصہ دوم تقویۃ الایمان میں ہے۔ "یہ کہ

جو امر قرون ثلثہ میں بلا نکیر جاری نہ ہوا۔ اور نہ اُسکی نظیر و مثال پائی گئی۔ وہ بدعت ہے۔
اس سے ثابت ہوا۔ کہ اگر کوئی چیز بعینہ اس زمانہ میں نہ ہوئی۔ لیکن اس کی نظیر اس وقت میں پائی گئی۔ وہ بدعت نہ ہوگی۔ پس حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا دن معین کرنا تعلیم علم وامر بالمعروف کیلئے نظیر ہے۔ واسطے دن معین کرنے صدقات فاتحہ کے یعنی انفاق فی سبیل اللہ وقرأت کلام اللہ علی الدوام جائز الاصل ہے جس طرح وعظ کرنا علی الدوام ثابت الاصل ہے۔ اسی طرح تیسرے۔ ساتویں۔ چالیسویں کو مخصوص کیا گیا واسطے مصلحت کے دوسری حدیث بطور نظیر وہ ہے جس کو امام بخاری باب العلم میں ابی جمرہ سے لایا ہے۔ قَالَ اِنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَیْسِ اَتَوُا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالُوْا اِنَّا نَاْتِیْکَ مِنْ شُقَّۃٍ بَعِیْدَۃٍ وَلَا نَسْتَطِیْعُ اَنْ نَّاْتِیَکَ اِلَّا فِیْ شَھْرٍ حَرَامٍ ۱۲ دیکھو اہل بادیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فرصت کے ایام میں مسائل کے دریافت کرنے کو آیا کرتے تھے۔ پس اس حدیث سے بھی یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے۔ کہ جو لوگ طلب علم یا جائز کام کی خاطر کوئی دن معین کریں۔ تو کر سکتے ہیں۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اس دین میں کوئی حرج کی بات نہیں رکھی گئی۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ اگر مثلاً کسی تدبیر یا انتظام سے ایک کام جو در اصل جائز و اور ہے۔ سہل اور آسان ہو سکتا ہے۔ تو وہی تدبیر اختیار کر لو۔ کچھ مضائقہ نہیں۔ اور کسی کام کو انتظام سے کرنا اسلام میں کوئی امر مذموم و بدعت نہیں۔ انما الاعمال بالنیات ۱۲

بیان امر چہارم یعنی کید وہابی

جب کوئی وہابی عالم کسی سُنی عالم سے حدیث و قرآن سے جواب شافی پالیتا ہے۔ تو فی الفور ایک دوسرا مکر شروع کر دیتا ہے۔ کہ یہ مسئلہ امام شافعی و امام مالک کے نزدیک یوں ہے۔ تو کیا تمہارے نزدیک وہ بھی غلطی پر تھے؟ سو اس مکر کا جواب چند طور سے دینا چاہیے :۔

(۱) اے وہابی! اس وقت تحقیق کتاب اللہ واحادیث رسول اللہ کی رو سے تمہارے مکائد کے دفعیہ کے واسطے شروع ہے۔ پس تمہارا اور ان گفتگو میں قول غیر شارع کا پیش کرنا ائمہ و مجتہدین سے ہرگز سند نہیں ہو سکتا۔ ہر کلام و نکتہ اپنے مقام پر ہوتا ہے ؎ گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

(۲) ہم تو امام شافعیؒ کے مذہب کو صواب پر سمجھتے ہی ہیں۔ مگر تمہیں اس سے کیا! بتلاؤ اے وہابی! اگر کفار کے بعض عقائد و افعال مومنوں کے عقائد سے متحد ہو جائیں تو کیا اس سے انکی نجات ہو جائیگی۔ ہرگز نہیں۔ اسی طرح اگر تمہارے بعض عقائد کسی امام سے متحد ہو جائیں تو تمہاری بھی نجات نہ ہوگی۔ دیکھو مریضوں کے بعض حواس و اعضاء اگر صحت میں تندرستوں جیسے ہوں تو اس سے وہ مریض شفایاب نہیں کہلائینگے۔ اسیطرح اگر نجات کیواسطے ایک دو مسئلوں میں تم نے تقلید ایک کی ائمہ اربعہ میں سے کر لی تو یہ تمہارے نفسونکی خواہش بنا بر افساد فی دین اللہ ہے۔ اس سے تمکو ہرگز فائدہ نہ ہوگا۔ ہاں اگر تقلید تمام مسائل میں کر لو تو اس صورت میں ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ ورنہ تمہارا یہ حیلہ جسکی بنیاد تزویر پر ہے موجب تعزیر ہے۔ خدا سے ڈرو!

(۳) اے وہابی! خوب یاد رکھ۔ غیر مجتہد مجتہد مطلق پر ہرگز اعتراض کا حق نہیں رکھتا۔ مگر اپنے جیسے پر کر سکتا ہے۔ چونکہ تم ہمارے جیسے غیر مجتہد ہو اور مجتہدین مطلق پر محاکمہ کر کے اپنی رائے کے پابند ہو۔ لہذا ہمیں تم پر اعتراض کرنیکا

حق ہے۔ جس وقت تم ائمہ اربعہ میں سے ایک کے تابع ہو جائے تو اس وقت ہمارا حق اعتراض ختم ہو جائیگا۔ اور اس وقت تم بھی ازفی حکم اجماع اہلسنت والجماعت مقلد ہو کر ہمارے بھائی ہو جاؤ گے۔ اور تقلید جزئی بھی جس میں مفسدہ عظیمہ تھا نہ رہیگی ۱۲

بیان مکر و حیلہ غیر مقلدین نمبر دوم

غیر مقلدین کے حیلوں میں سے ایک حیلہ یہ ہے۔ کہ استدلال کیواسطے جملہ مرویات صحاح ستہ مروجہ این زمانہ من کل الوجوہ مقدم ہیں۔ سو اس کا جواب یہ دینا چاہیئے۔ کہ اے وہابی! اگر بقول تمہارے صحاح ستہ کی کل مرویات کو اخبار مستخرجہ ائمہ اربعہ اور ان کے اتباع پر ترجیح و تقدیم دی جاوے۔ تو حدیث خیر القرون قرنی الخ اور ان کے امثال کا بخوبی بطلان ہو جائیگا۔ بلکہ حدیث موصوف کے مخالف مضمون کیساتھ عمل کرنا واجب ہو جائیگا۔ فَاَیُّ الْقَبَاحَۃِ اَشَدُّ مِنْ ھٰذَا تمہارا عمل بالحدیث کجا۔ بلکہ تمہاری روش سے ابتداع فی الحدیث ظاہر ہے ؎ ببیں تفاوت رہ کجاست تا بکجا

کیونکہ زمانہ ائمہ مجتہدین اربعہ خصوصاً زمانہ امام اعظمؒ بہ نسبت مصنفین صحاح سابق تر ہے۔ حتیٰ کہ خیر القرون قرنی الخ کو قطعاً شامل ہے۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ احکام شریعت کو سابقین بہ نسبت لاحقین زیادہ جانتے ہیں۔ کیونکہ متاخرین کے اخذ کا مدار منحصر بواسطہ متقدمین ہے وبس اور بالخصوص امام اعظمؒ جو تمام محدثین و مجتہدین سابق سے استنباط مسائل میں حاذق تر ہیں۔ لہٰذا اُن کے تمام اقوال من کل الوجوہ تقدیم میں انسب ہیں۔

اگر اعتراض کریں کہ صحاح کے اقوال کو اس جہت سے کہ وہ صحاح کے اقوال ہیں۔ ترجیح نہیں دیتے۔ بلکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال جان کر ترجیح دیتے ہیں۔ پس اس میں کونسی قباحت ہے۔

سو اس کے جواب میں یہ کہنا چاہیئے۔ کہ ہم بھی اقوال ائمہ کو من حیث انہا اقوالہم نہیں مانتے۔ کیونکہ دین تو خدائے برتر اور اُسکے رسول کا ہے نہ دین ائمہ مجتہدین کا۔ بلکہ ان کے اقوال کو بجنسہ مضمون نصوص صریح و اجماع صحیح اور یا بشرط عدم نصوص صریح و اجماع صحیح ان کے مسائل مستنبطہ محققہ کو جو نصوص صریح و اجماع صحیح سے ماخوذ ہیں۔ علی حسب الترتیب جان کر تقلید کرتے ہیں۔ پس اس صورت میں بھی ہم دونوں برابر ہیں۔ البتہ فرق صرف اتنا ہوگا۔ کہ ہمارا اتباع سابقہ خیر القرون ہوگا۔ اور تمہارا اتباع اقوال لاحقہ شر القرون پر لازم و واجب آئیگا ؎

وَکُلٌّ یَدَّعِیْ وَصْلًا لِلَیْلٰی ۔۔۔ وَلَیْلٰی لَا تُقِرُّ لَہُمْ بِذَاکَا

اے وہابی! بتلاؤ۔ کہ اپنے احوال ماضیہ کو باپ زیادہ پہچانتا ہے یا پوترہ! اگر تم لوگ پوترے یا بیٹے کو زیادہ عارف تر جانتے ہو۔ تو البتہ محدثین کو ائمہ مجتہدین پر اور اپنے آپ کو فرقہ محدثین پر عارف تر معلوم کرکے ترجیح دے سکتے ہو۔ اَلَا فَلَا۔ دیکھو خدا فرماتا ہے۔ وَالسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ اُولٰٓئِکَ الْمُقَرَّبُوْنَ لہٰذا بمقابلہ تحقیقات ائمہ اربعہ مرویات صحاح وغیرہ کو ہم چھوڑتے ہیں۔ ہاں جو کوئی حدیث اپنے امام کی تحقیق کے موافق پائینگے زیادتی وثوق کی خاطر اختیار کرینگے۔ کیونکہ ہمارے امام کے بعد حدیثیں بہت وضع ہوئیں۔ اور نیز سہو و خطا کا بھی زبردست احتمال ہے۔ دیکھو تذکرۃ المذاہب بحوالہ الخلفا از ابن عساکر میں ہے۔

"کہ روزے ہارون الرشید زندیقے را گرفتار ساختہ۔ حکم بقتلش داد۔ زندیق گفت۔ کہ قتلم برائے چیست۔ فرمود

تاعبادرا از رحمت و اضلال تو نجات وہم۔ گفت کجائی از ہزار ہا احادیث موضوعۂ من کہ حیلہ فے رادراں از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیاوردہ ام رواج شد۔ فرمود اے عدو اللہ تو خود کجائی از ابو اسحاق و ابن المبارک کہ ایشاں حرفاً حرفاً تمیز در احادیث نبویہ از موضوعات بکار بردہ اند و از ہمدیگر تفریق مے کردہ اند ۱۲

پس جب امام کے زمانہ کے بعد ہی احادیث کی وضع شروع ہوگئی۔ تو زمانہ صحاح تک کیا کچھ نہ ہوا ہوگا۔ لہٰذا بموجب ع ہر کہ آمد عمارتِ نو ساخت۔ مگر ہارون الرشید کی فخریہ کلام پر غور کرو۔ کہ جب تک ابن مبارک جیسے عالم موجود ہیں گے ان وضاعانِ حدیث کی چالاکی کام نہ دیگی۔ حالانکہ یہی ابن مبارک امام اعظمؒ کے مقلدین سے ہیں۔

اور اگر کوئی لامذہب کہے۔ کہ مضمون اَصَحُّ الْکُتُبِ بَعْدَ کِتٰبِ اللّٰہِ الْبَارِیْ ھُوَ صَحِیْحُ الْبُخَارِیْ کو نہیں جانتے ہو۔ تو جواب یہ دینا چاہیئے۔ کہ اے وہابی! چونکہ میں اس قائل کے قول کو نہیں جانتا۔ لہٰذا بخاری کو ائمہ اربعہ کی مرویات صحیحہ پر ترجیح نہیں دیسکتا۔ بھلا میں تجھ سے پوچھتا ہوں۔ کہ یہ قول خدا کا ہے۔ اگر نہیں تو کیا رسولؐ کا ہے۔ اگر ایسا بھی نہیں۔ تو کیا یہ قول کسی صحابی وتابعی وتبع تابعی کا ہے۔ اگر کہے کہ نہیں۔ تو کیا ائمہ مجتہدین میں سے کسی کا ہے۔ جب ان میں سے کسی کا بھی نہیں۔ تو تو خود ہی بتلا۔ کہ میں اس سے مضمون حدیث خیر القرون قرنی و آیۂ والسّٰبقون الاوّلون الخ کو کس طرح رد کروں۔ اگر کہے کہ کسی عالم ہی کا ہوگا۔ جو بطور ضرب المثل شائع ہوچکا ہے۔ تو پھر یہی کہکر خاموش ہوجانا چاہیئے۔ کہ نصیبِ شما باد۔ مگر تمہارے ادعائے عمل بالحدیث پر سخت افسوس ہے ؎

کجا مہدی کجا دجّال ناپاک　　　چہ نسبت خاک را با عالم پاک

ہاں اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے۔ تو یہ مضمون اضافی ہے بہ نسبت مؤطا مالک و دیگر صحاح جیسا جو مخفی نہیں ۱۲

اے سائل! جب تو نے امور مذکورہ بالا کی شناخت کرلی۔ تو اب استفسار کا جواب لکھتا ہوں۔

صورت مسئولہ حکمی سنت ہے۔ اور وہ کھانا حلال ہے۔ اور ایسا فعل حسب ذیل دلائل سے ثابت ہے۔ اور حرام کا فتویٰ دینے والا علوم شرعیہ سے بے خبر و بدعتی ہے۔ جب تقویۃ الایمان کے دوسرے حصہ مسمّٰی بہ تذکیر الاخوان میں مولوی اسمٰعیل صاحب نے لکھدیا۔ "کہ جو مجتہدوں نے اپنے اجتہاد سے نکالا وہ سنت میں داخل ہے"۔ اور امام شافعیؒ مسلم مجتہد نے بدعت کی تعریف میں فرمایا مَا اَحْدَثَ وَخَالَفَ کِتَابًا اَوْ سُنَّۃً اَوْ اَثَرًا اَوْ اِجْمَاعًا فَھِیَ الْبِدْعَۃُ الضَّلَالَۃُ وَمَا اَحْدَثَ مِنَ الْخَیْرِ وَلَمْ یُخَالِفْ مِنْ ذٰلِکَ فَھِیَ الْبِدْعَۃُ الْمَحْمُوْدَۃُ ۱۲ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّۃً حَسَنَۃً فَعُمِلَ بِھَا بَعْدَہٗ کُتِبَ لَہٗ مِثْلُ اَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِھَا وَلَا یَنْقُصُ مِنْ اُجُوْرِھِمْ شَیْءٌ اس حدیث کا ترجمہ جو مجمع البحار اور شرح صحیح مسلم میں ہے لکھدیتا ہوں۔ بغور پڑھو! کہ جس شخص نے جاری کیا اسلام میں طریقہ نیک۔ پھر اسکے بعد اس طریقہ حسنہ پر عمل کیا گیا۔ تو لکھا جاویگا اس شخص کیواسطے اس قدر اجر اور ثواب۔ کہ جس قدر سب عمل کرنیوالوں کو اسکے بعد ہوگا۔ اور اُن لوگوں کے ثواب میں سے کچھ کاٹ کر اُس کو نہ دینگے۔ بلکہ اللہ برتر دونوں کو اپنے خزانہ لاتناہی سے ثواب دیگا اور وہ طریقہ جو اُس نے جاری کیا ہے خواہ وہ ایسا ہو۔ کہ اس سے پہلے ایجاد کیا گیا تھا۔ لیکن کسی سبب سے بند ہوگیا تھا اُس نے پھر اسکو جاری کیا۔ یا یہ کہ پہلے اس سے وہ طریقہ ایجاد ہی نہیں ہوا تھا۔ اُس نے خود اپنی طرف سے ایجاد اور جاری کیا۔ اور وہ طریقہ خواہ تعلیم کسی علم کی ہو۔ یا عبادت ہو۔ یا طریقہ ادب کا ہو۔ مجمع البحار جلد ۲ صفحہ ۱۴۷ و

نووی برمسلم جلد ۲ صفحہ ۳۴۱ میں یہ مضمون مرقوم ہے۔ جس کا جی چاہے۔ دیکھے!
اِس حدیث سے ثابت ہُوا۔ کہ جو کوئی اچھی سنت جاری کریگا۔ اسکو اتنا ثواب ہوگا۔ کہ جب وہ مرجائیگا۔ اور اُس کے بعد دوسری خلق اللہ اُس پر عمل کریگی۔ تو بعد موت بھی اُن سب کے برابر اسکو ثواب پہنچا رہیگا۔ جو نیا طریقہ نیک۔ یعنی شرع کے قواعد کے مطابق جاری کیا جائے۔ اُسکو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت حسنہ فرمایا۔ اور امام شافعیؒ نے بدعت محمودہ یعنی حکمی سُنّت فرمایا۔

اب اس مسئلہ مسئولہ یعنی تیجا۔ ساتواں۔ چالیسواں اَور کھانا آگے ہونیکی صورت میں اموات کی ارواح کو ایصالِ ثواب کرنا ایسا جائز ہُوا۔ کہ جس کو تین ناموں سے آپ موسوم کر سکتے ہیں:-

(۱) سنت حسنہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک۔

(۲) بدعت محمودہ یعنی حکمی سُنّت۔ امام شافعیؒ کے نزدیک

(۳) فقط سُنّت بعض مقلدوں اور کل غیر مقلدوں کے پیشوا مولوی اسمٰعیل کے نزدیک فافہم۔

دلیل اسکی کہ تیجے۔ ساتویں۔ چالیسویں پر جو طعام اموات کی ارواح کو ایصال کیا جاوے وہ حلال ہے۔
بحوالہ تفسیر عزیزی و تفسیر حقانی لکھ چکا ہوں "کہ حلال وہ ہے جسکے کھانیکی ممانعت پیغمبر آخرالزمان کی شریعت میں نہیں آئی"۔ پس اس سے معلوم ہُوا۔ کہ وہ طعام جس کو تیسرے۔ ساتویں۔ چہلم پر مسلمان اپنے موتی کی طرف سے بواسطہ دعا مسلمان حاجتمندوں کو دیتے ہیں۔ بالکل حلال ہے۔ کیونکہ شرع شریف میں اس کے کھانے کی ممانعت نہیں آئی۔ بلکہ یہ فعل سنت حسنہ موجب اجر عظیم ہے۔ اور ایام مذکورہ کا تعیّن بوجہ مصلحت اجتماع مسلمین ہے۔ تاکہ حسب تعیّن سب فراہم ہوجاویں۔ اور بے تعیّن اجتماع نہیں ہوسکتا۔ اور تعین ایام مذکورہ صحابہ و رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں گو بوجود ظاہری ثابت نہ ہوسکے مگر بوجود معنوی، و وجود شرعی موجود تھی۔ کیونکہ نوع تعیین یوم کا ایک فرد عہد صحابہؓ و عہد رسولؐ میں موجود تھا۔ جیسا کہ میں امر سوم میں رقم کرچکا ہوں۔
پس عبداللہ بن مسعودؓ کے تعیّن سے از روئے تفقہ فی الدین ایک کلیہ پیدا ہوا۔ کہ معیّن کرلینا دن کا کسی امر خیر کیلئے بعض مصالح کے سبب جائز ہے۔ یہ ایک مفہوم کلی ہے۔ اِس مفہوم کلی کے نیچے صورت مسئولہ کے ایام کی تعیین جو برائے مصلحت اجتماع مسلمین ہے آگئی۔ اِس کلیہ میں پیران پیر کی گیارھویں و جمعرات کی روٹی وغیرہ بھی آگئی۔ صورت مسئولہ کے طعام کو حرام کہنے والا تفقہ فی الدین سے محروم ہے۔

دلیل اس امر پر کہ ایک ہی وقت میں ایصال ثواب قرآن وغیرہ و طعام وغیرہ بالکل جائز ہے۔
اہل سنت والجماعت کے نزدیک عبادت مالی یعنی طعام وغیرہ اور عبادت بدنی یعنی کلمہ و کلام و قرآن مجید کا ثواب ایک ہی وقت میں میّت کو پہنچانا بوجہ دلیل جمع بین العبادتین بالکل جائز ہے۔ اور اس میں ثواب بھی زیادہ ہوگا۔ کیوں کہ ایک عبادت کرنیوالے کی بہ نسبت دو عبادت ادا کرنیوالا جس سے کوئی منہی عنہ شرعی لازم نہ آئے۔ زیادہ مستحق اجر و ثواب والا ہوگا۔ اور جمع بین العبادتین کا انکار جائز نہیں۔ اس کو حرام و بدعت کہنے والا اہل سنت والجماعت کے مسلمہ مسئلہ کی خلاف ورزی کرنے والا ہے۔
دلیل اس امر کی کہ تیجا۔ ساتواں۔ چالیسواں۔ ششماہی۔ برسینی پر یا آگے پیچھے اپنے اموات کو حلال مال غیر مشتبہ

سے۔ اور نیز استغفار و دعاء وغیرہ سے امداد پہنچانی ماموربہا سنّت ہے۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میّت اپنی قبر میں ایسا ہے۔ جیسا غرق ہونیوالا فریاد کرنیوالا اپنے ماں باپ۔ اولاد۔ محبّ صادق کی دعاء کا منتظر رہتا ہے۔ سو جس وقت اسکی دعاء اُس کو پہنچتی ہے۔ تو وہ دعاء اسکو دنیا و ما فیہا سے زیادہ محبوب ہوتی ہے۔ اور بیشک اللہ عزوجل دنیا والوں کی دعاء پہاڑوں کے موافق بناکر قبر والوں پر داخل کرتا ہے۔ اور تحقیق زندوں کا ہدیہ طرف مردوں کی اُن کیلئے استغفار کرنا اور ان پر صدقہ کرنا ہے۔ (مختصر کنز العمال صفحہ ۳۸۳ جزو ۶ عن ابن عباسؓ)

اور شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی اپنی تفسیر عزیزی پارہ عمّ آیۃ والقمر اذا اتسق کے ماتحت لکھتے ہیں "نیز وارد است کہ مردہ دراں حالت مانند غریقے است کہ انتظار فریاد رسی می برد و صدقات و فاتحہ دریں وقت بسیار بکار اومے آید۔ و ازینجا است کہ طوائف بنی آدم تا یکسال و علی الخصوص تا یک چلہ بعد موت دریں نوع امداد کوشش مے نمائند ۱۲ دیکھو شرع شریف کو سمجھنے والے تیجا۔ ساتواں چالیسواں وغیرہ جو مسلمان کرتے ہیں۔ اس کی وجہ اس حدیث مذکورہ بالا کو قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ اس وقت صدقات و فاتحہ اس کے بہت ہی کام آتی ہے۔

دلیل اس امر پر کہ پہلی رات گزرنے سے پیشتر صدقہ کرنا یا نفل پڑھ کر ثواب ہدیہ کرنا مسنون ہے۔

وَفِی شِرْعَةِ الْاِسْلَامِ وَالسُّنَّةُ اَنْ یَّتَصَدَّقَ وَلِیُّ الْمَیِّتِ لَهٗ قَبْلَ مَضِیِّ اللَّیْلَةِ الْاُوْلٰی بِشَیْءٍ مِّمَّا تَیَسَّرَ لَهٗ فَاِنْ لَّمْ یَجِدْ شَیْئًا فَلْیُصَلِّ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ یُهْدِیْ ثَوَابَهُمَا لَهٗ قَالَ وَیُسْتَحَبُّ اَنْ یَّتَصَدَّقَ عَلَی الْمَیِّتِ بَعْدَ الدَّفْنِ اِلٰی سَبْعَةِ اَیَّامٍ کُلَّ یَوْمٍ بِشَیْءٍ مِّمَّا تَیَسَّرَ ۱۲ یعنی شرعۃ الاسلام میں ہے۔ کہ وارث کو میّت کیواسطے پہلی رات گزرنے سے پہلے پہلے حسب توفیق صدقہ ہدیہ کرنا مسنون ہے۔ اور اگر وارث کو کوئی چیز میسر نہ ہو۔ تو پھر دو رکعت نماز پڑھ کر ثواب بخشے۔ اور صاحب شرعۃ الاسلام نے یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ دفن کے سات دن تک میّت کو حسب توفیق صدقہ ہدیہ کرنا مستحب ہے۔

وَفِی اِسْتِحْسَانِ الْخَانِیَةِ وَاِنِ اتَّخَذَ وَلِیُّ الْمَیِّتِ طَعَامًا لِّلْفُقَرَاءِ کَانَ حَسَنًا اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ فِی الْوَرَثَةِ صَغِیْرٌ فَلَا یَتَّخِذُ ذٰلِکَ مِنَ التَّرِکَةِ ۱۲ اور فتاوی خانیہ کی کتاب الاستحسان میں ہے۔ کہ اگر وارث میّت فقراء کیلئے کھانا تیار کرے۔ تو بہتر و عمدہ ہے۔ ہاں اگر میّت کے وارثوں میں کوئی نابالغ ہو۔ تو پھر اس کے ترکہ سے قبل از تقسیم فقراء کی دعوت نہ کیجاوے ۱۲ یہ دونوں عبارتیں فتاوی خانیہ و شرعۃ الاسلام کی طحطاوی مصری شرح مراقی الفلاح صفحہ ۳۶۰ سے منقول ہیں۔

اور حدیث کی کتاب شرح برزخ صفحہ ۳۳۹ میں ہے۔ کہ حضرت ابن مسعودؓ سے روائت ہے۔ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔ کہ مُردوں کیلئے فاتحہ دیا کرو ۱۲ اور نیز اسی کتاب شرح برزخ کے اسی صفحہ پر لکھا ہے۔ اَخْرَجَ اَنَسُ بْنُ مَالِکٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اللَّیْلَةُ الْاُوْلٰی عَسِیْرَةٌ عَلَی الْمَیِّتِ فَتَصَدَّقُوْا لَهٗ وَیَنْبَغِیْ اَنْ یُّوَاظِبَ عَلَی الصَّدَقَةِ لِلْمَیِّتِ سَبْعَةَ اَیَّامٍ وَقِیْلَ اَرْبَعِیْنَ فَاِنَّ الْمَیِّتَ یَتَشَوَّقُ اِلٰی بَیْتِهٖ ۱۲ ترجمہ:۔ روائت کی انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ پہلی رات سخت ہے میّت پر۔ پس خیرات کرو واسطے اُس کے۔ اور لائق ہے

کہ ہمیشگی کریں صدقہ پر واسطے میّت کے سات دن تک۔ اور بعض علماء نے کہا چالیس روز تک۔ کیونکہ میّت شوق رکھتی ہے اپنے گھر کا ۱۲

اور اسی کتاب شرح برزخ صفحہ ۱۰۱ مطبوعہ مطبع رضوی بنگلور پر علامہ زمان محدث ابو سعید سلمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ وَفِی فَتَاوَی الْاَوْزَجَنْدِیِّ لِمُلَّا عَلِیٍّ قَارِیِ الْحَنَفِیِّ وَکَانَ یَوْمُ الثَّالِثِ مِنْ وَّفَاتِ اِبْرٰھِیْمَ ابْنِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَاءَ اَبُوْذَرٍّ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِتَمْرَۃٍ یَابِسَۃٍ وَلَبَنٍ فِیْہِ خُبْزٌ مِّنْ شَعِیْرٍ فَوَضَعَھَا عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْفَاتِحَۃَ وَسُوْرَۃَ الْاِخْلَاصِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ اِلٰی اَنْ قَالَ دَفَعَ یَدَیْہِ لِلدُّعَاءِ وَمَسَحَ بِوَجْھِہٖ فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَبَاذَرٍّ اَنْ یُّقَسِّمَھَا بَیْنَ النَّاسِ وَاَیْضًا فِیْہِ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھَبْتُ ثَوَابَ ھٰذِہٖ لِاِبْنِیْ اِبْرَاھِیْمَ ۱۲

ترجمہ:۔ رحمۃ اللعالمین کے فرزند ابراہیم نامی (جو ام المؤمنین ماریہ قبطیہ سے پیدا ہوئے تھے) انتقال فرما گئے۔ تو اُن کی وفات کے تیسرے روز ابو ذر صحابی چند کھجور خشک اور دودھ جس میں روٹی جو کی تھی۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں لائے اور روبرو رکھے۔ رحمۃ اللعالمین نے سورہ فاتحہ ایک مرتبہ اور قل ہو اللہ احد تین مرتبہ پڑھ کر فاتحہ دیا۔ اور اپنے دونوں دست مبارک اٹھا کر منہ پر پھیرے۔ پس حکم کیا ابو ذرؓ کو کہ درمیان لوگوں کے اس کو تقسیم کردو۔ اور نیز اسی حدیث کی دوسری روائت میں ہے۔ کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ کہ یا اللہ بخشائیں نے ثواب اپنے فرزند ابراہیم کو ۱۲ اور یہ حدیث کتاب ہدائتہ الحرمین صفحہ ۶۹ پر بھی ہے۔

خیر المجالس ترجمہ نزہۃ المجالس جلد اوّل صفحہ ۱۳۰ مطبوعہ مطبع مجتبائی میں کتاب المختار و مطالع الانوار سے منقول ہے۔ کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ مُردہ پر پہلی رات سے زیادہ اور کوئی سخت رات نہیں آتی۔ سو تم اپنے مُردوں پر خیرات کر کے رحم کرو۔ اور جو شخص خیرات کرنے کی کوئی چیز نہ پاوے۔ تو اُسے دو رکعت نماز پڑھنی چاہیئے۔ جن میں سورہ فاتحہ اور آیۃ الکرسی اور الھکم اور قل ہو اللہ احد گیارہ گیارہ دفعہ پڑھے۔ نماز سے فارغ ہوکر یوں دعا کرے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ صَلَّیْتُ ھٰذِہِ الصَّلٰوۃَ وَتَعْلَمُ مَا اُرِیْدُ اَللّٰھُمَّ ابْعَثْ ثَوَابَھَا اِلٰی قَبْرِ فُلَانِ ابْنِ فُلَانٍ خدا تعالیٰ اُس وقت اُس میّت کی قبر کی طرف ہزار فرشتہ بھیجتا ہے۔ جن میں سے ہر ایک فرشتے کے پاس نور اور تحفہ ہوتا ہے۔ یہ فرشتے قبر میں جا کر مُردہ کو ہر طرح کا اطمینان دلاتے اور تسلی و دلجوئی کرتے رہتے ہیں۔ اُسکی وحشت و گھبراہٹ کو دور کرتے اور اپنے اپنے ساتھ مانوس بناتے ہیں اور قیامت تک یوں ہی کرتے رہیں گے۔ یہ ثواب مُردہ کو پہنچتا ہے۔ رہا پڑھنے والا۔ اُسے خدا تعالیٰ اُن تمام چیزوں کی تعداد کے مطابق نیکیاں دیتا ہے۔ جن پر سورج کی تیز اور چمکیلی کرنیں پڑتی ہیں۔ اُسکے چالیس ہزار درجے اونچے ہوتے اور چالیس ہزار حج و عمرہ کا ثواب ملتا ہے۔ اُس کیلئے ہزار شہر جنت میں بنائے جاتے اور ہزار شہیدوں کا ثواب ملتا ہے۔ اور جنت میں ہزار بیش قیمت حُلے پہنائے جائیں گے ۱۲

اَخْرَجَ الطَّبْرَانِیُّ فِی الْاَوْسَطِ عَنْ اَنَسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا مِنْ اَھْلِ بَیْتٍ یَّمُوْتُ مِنْھُمْ مَیِّتٌ فَیَتَصَدَّقُوْنَ عَنْہُ بَعْدَ مَوْتِہٖ اِلَّا اَھْدَاھَا لَہٗ جِبْرِیْلُ

عَلٰى طَبَقٍ مِّنْ نُوْرٍ ثُمَّ يَقِفُ عَلٰى شَفِيْرِ الْقَبْرِ فَيَقُوْلُ يَا صَاحِبَ الْقَبْرِ الْعَمِيْقِ هٰذِهٖ هَدِيَّةٌ اَهْدٰهَا اِلَيْكَ اَهْلُكَ فَيَدْخُلُ عَلَيْهِ فَيَفْرَحُ بِهَا وَيَسْتَبْشِرُ وَيَحْزَنُ جِيْرَانُهُ الَّذِيْ لَمْ يُهْدٰى اِلَيْهِمْ شَيْءٌ كذا فى هدية الحرمين وسيف امسلمين ج ۱ ص ۳۸۱ ترجمہ:- طبرانی نے اوسط میں حضرت انس رضؓ سے نکالا۔ اُس نے کہا۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ جب میّت کے وارث میّت کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں تو اُس ہدیہ کو نور کے طباقوں میں رکھکر جبرئیل علیہ السلام متوفی کی قبر کے کنارے کھڑے ہوکر کہتا ہے۔ اے صاحب القبر! یہ ہدیہ تیرے اہل نے تیری طرف بھیجا ہے اس کو قبول کر۔ پس داخل ہوتا ہے اُس پر جسکی وجہ سے اُسکو خوشی ہوتی ہے۔ اور اُسکے وہ ہمسائے جن کو اُن کے اہل نے کچھ نہیں بھیجا غمگین ہوتے ہیں ۱۲

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اِنَّا نَتَصَدَّقُ عَنْ مَوْتَانَا وَنَحُجُّ عَنْهُمْ وَنَدْعُوْا لَهُمْ هَلْ يَصِلُ ذٰلِكَ لَهُمْ قَالَ نَعَمْ اِنَّهٗ لَيَصِلُ وَاِنَّهُمْ لَيَفْرَحُوْنَ بِهٖ كَمَا يَفْرَحُ اَحَدُكُمْ بِالطَّبَقِ اِذَا هُدِيَ اِلَيْهِ رَوَاهُ اَبُوْ حَفْصٍ الْعُكْبَرِيُّ۔ مراقی الفلاح صفحہ ۳۶۳

ترجمہ:- روائت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ اُس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیشک ہم فوت شدہ لوگوں کی طرف سے صدقہ دیتے وحج کرتے اور دعا کرتے ہیں۔ کیا یہ انہیں پہنچتا ہے۔ فرمایا ہاں پہنچتا ہے واسطے اُن کے۔ اور وہ بیشک خوش ہوتے ہیں ساتھ اُسکے۔ روائت کیا اِسکو ابو حفص عکبری نے ۱۲۔

ابو داؤد میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روائت ہے۔ کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اقرؤا علی موتاکم یٰسین یعنی پڑھو تم اپنے موتی پر یٰسین ۱۲

بخاری مجتبائی صفحہ ۱۰۷ میں یحییٰ بن سعیدؒ سے روائت ہے۔ کہ میں نے قاسم بن محمدؒ سے سنا۔ اُس نے کہا۔ کہ حضرت عائشہ رضؓ نے (بوجہ درد سر کہا) ہائے سر! پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ اے عائشہ رضؓ! اگر ایسا ہوا اور میں زندہ رہا۔ تو ضرور تیرے لئے استغفار کرونگا۔ اور تیرے واسطے دعا مانگونگا۔ جس پر حضرت عائشہ رضؓ نے کہا وَاثُكْلِيَاهُ وَاللهِ اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ تُحِبُّ مَوْتِيْ ۱۲

اور صحیح مسلم باب وصول ثواب الصدقۃ عن المیت میں حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے روائت ہے۔ اِنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اِنَّ اُمِّيْ اُفْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَلَمْ تُوْصِ وَاَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ اَفَلَهَا اَجْرٌ اِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ ۱۲ ترجمہ:- تحقیق ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ پس کہا اُس نے۔ کہ یا رسول اللہ میری ماں اچانک مرگئی۔ اور اُس نے کوئی وصیت نہیں کی۔ اور میں گمان کرتا ہوں۔ اگر کلام کرتی صدقہ کا حکم دیتی۔ کیا پس واسطے اُس کے اجر ہوگا اگر میں اُسکی طرف سے صدقہ کروں۔ فرمایا ہاں ۱۲

وَفِي الْمُسْلِمِ عَنْ عَائِشَةَ رضؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ مَّاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهٗ یعنی جو شخص مرجاوے۔ اور اُس پر روزے ہوں روزہ رکھے۔ اُس کی طرف سے ولی اُس کا ۱۲

قَالَ صَاحِبُ بَحْرِ الرَّائِقِ فِي بَابِ الْحَجِّ عَنِ الْغَيْرِ وَاَمَّا قَوْلُهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَا يَصُوْمُ اَحَدٌ كُمْ عَنْ اَحَدٍ وَلَا يُصَلِّيْ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ فَهُوَ فِيْ حَقِّ الْخُرُوْجِ عَنِ الْعُهْدَةِ لَا فِيْ حَقِّ الثَّوَابِ فَاِنَّهٗ مَنْ صَامَ اَوْصَلّٰى اَوْ تَصَدَّقَ وَجَعَلَ ثَوَابَهٗ لِغَيْرِهٖ مِنَ الْاَمْوَاتِ وَالْاَحْيَاءِ يَصِلُ ثَوَابُهٗ اِلَيْهِمْ عِنْدَ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ كَذَا فِي الْبَدَائِعِ

ترجمہ :۔ اور کہا صاحب بحر الرائق نے باب الحج عن الغیر میں اور لیکن قول رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ کہ نہ روزہ رکھے ایک تمہارا کسی کی طرف سے۔ اور نہ نماز پڑھے کوئی کسی کی طرف سے۔ پس وہ واجب وفرض سے نکلنے کے حق میں ہے نہ ثواب کے حق میں۔ سو معاملہ حقہ اس حدیث کا یہ ہے۔ کہ جس نے روزہ رکھا یا نماز پڑھی یا صدقہ دیا اور بخشا اُس کے ثواب کو واسطے غیر اپنے کے اموات و احیاء سے پہنچیگا ثواب اُسکا طرف اُن کے نزدیک اہل سنت وجماعت کے ایسا ہی بدائع میں ہے ۱۲

اور مجموع الروایات میں ہے "کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر حمزہ رضؓ کیلئے تیسرے دن اور ساتویں اور چالیسویں روز اور چھٹے مہینے اور برسویں دن صدقہ دیا۔" یہ حدیث حاشیہ خزانۃ الروایات اور انوار ساطعہ صفحہ ۲۷۵ سے منقول ہے جسکا جی چاہے بحوالہ مذکور دیکھے۔

مفردات امام بخاری صفحہ ۸ میں ہے۔ قَالَ مُحَمَّدُ ابْنُ سِيْرِيْنَ كُنَّا عِنْدَ اَبِيْ هُرَيْرَةَ لَيْلَةً فَقَالَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَلِاُمِّيْ وَلِمَنِ اسْتَغْفَرَ لَهُمَا قَالَ مُحَمَّدٌ فَنَحْنُ نَسْتَغْفِرُ لَهُمَا حَتّٰى نَدْخُلَ فِيْ دَعْوَةِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رض ۱۲ ترجمہ :۔ کہا محمد بن سیرین نے کہ ہم ایک رات ابوہریرہؓ کے پاس تھے۔ پس کہا ابوہریرہؓ نے اے اللہ بخشش کر واسطے ابوہریرہؓ اور اُس کی ماں کے۔ اور بخشش کر واسطے اُس کے جو بخشش مانگے واسطے ان دونوں کے۔ کہا محمد بن سیرین نے۔ پس ہم استغفار کرتے ہیں واسطے ان دونوں کے۔ حتّٰی کہ ہم ابوہریرہؓ کی دعا میں داخل ہیں۔

مفردات امام بخاری صفحہ ۸ میں ہے۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رض قَالَ تُرْفَعُ لِلْمَيِّتِ بَعْدَ مَوْتِهٖ دَرَجَتُهٗ فَيَقُوْلُ اَيْ رَبِّ اَيُّ شَيْءٍ هٰذِهٖ فَيُقَالُ وَلَدُكَ اِسْتَغْفَرَ لَكَ ۱۲ ترجمہ :۔ روائت ہے ابوہریرہؓ سے۔ کہا میّت کیواسطے اُسکی موت کے پیچھے درجہ بلند ہوگا۔ پس کہیگا۔ اے رب میرے! یہ کونسی مشیت ہے۔ پس جواب دیا جاویگا۔ کہ تیری اولاد نے تیرے واسطے استغفار کی ۱۲

مسند احمد میں عبداللہ بن عمرو سے روائت ہے کہ اَنَّ الْعَاصَ بْنَ وَائِلٍ نَذَرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اَنْ يَّنْحَرَ مِائَةَ بَدَنَةٍ وَاَنَّ هِشَامَ بْنَ الْعَاصِ نَحَرَ حِصَّتَهٗ خَمْسِيْنَ وَاَنَّ عَمْرًا سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ اَمَّا اَبُوْكَ فَلَوْ اَقَرَّ بِالتَّوْحِيْدِ فَصُمْتَ وَتَصَدَّقْتَ عَنْهُ نَفَعَهٗ ذٰلِكَ ۱۲ ترجمہ :۔ تحقیق عاص بن وائل نے جاہلیت میں نذر مانی۔ کہ سو اونٹ ذبح کرے۔ اور ہشام بن العاص (میرے بھائی) نے اپنے حصّے کے پچاس اونٹ ذبح کر دیئے ہیں۔ اور عمرو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اُسکی بابت سوال کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ اگر تیرے باپ نے توحید کا اقرار کیا ہے۔ تو تیرے روزہ رکھنے اور صدقہ دینے سے اُسکو نفع ہوگا ۱۲

فائدہ :- عاص جب مرا تو اس کے پیچھے دو بیٹے رہے۔ ایک کا نام ہشام اور دوسرے کا نام عمرو تھا تو ہشام نے باپ کی نذر سے اپنے حصہ کے پچاس اونٹ ذبح کر دیئے۔ اور عمرو نے بھی اپنے بھائی کی طرح ذبح کرنیکا ارادہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب یہ امر دریافت کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ تیرے باپ کا کفر پر مرنا صدقات کے پہنچنے سے مانع ہے۔ اگر اسکا خاتمہ اسلام پر ہوتا۔ تو ضرور اسکو ثواب پہنچتا۔

صحیح مسلم واہل سنن نے ابوہریرہ سے تخریج کی۔ کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے إِذَا مَاتَ الْإِنسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلٰثٍ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ۔ جب آدمی مر جاتا ہے۔ تو اس کے عمل منقطع ہو جاتے ہیں۔ مگر تین شخصوں کے ایک وہ شخص جو ایسا علم پڑھا وے جس سے لوگوں کو نفع پہنچتا ہے۔ دوسرا وہ شخص جو صدقہ جاری کر جاوے۔ تیسرا وہ شخص جو اپنے پیچھے نیک اولاد چھوڑ جاوے اور وہ اس کیلئے دعا کرے ۱۲

وَفِي الدَّارَقُطْنِيِّ إِنَّ رَجُلًا سَأَلَهُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فَقَالَ لِي أَبَوَانِ أَبَرُّهُمَا حَالَ حَيَاتِهِمَا فَكَيْفَ لِي بِبِرِّهِمَا بَعْدَ مَوْتِهِمَا فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنَ الْبِرِّ بَعْدَ الْمَوْتِ أَنْ تُصَلِّيَ لَهُمَا مَعَ صَلَاتِكَ وَأَنْ تَصُومَ لَهُمَا مَعَ صَوْمِكَ ۱۲ ترجمہ :- بیشک ایک آدمی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ پس عرض کی۔ کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ ہیں۔ میں ان کے ساتھ نیکی زندگی بھر کرتا رہا۔ سو ان کی وفات کے بعد نیکی کس طرح ہو۔ پس آپ نے جواب دیا۔ کہ تحقیق نیکی بعد الموت یہ ہے۔ کہ تو ان دونوں کے واسطے نماز پڑھے اپنی نماز کے ساتھ۔ اور یہ کہ روزے رکھے تو واسطے ان دونوں کے اپنے روزوں کے ساتھ ۱۲

غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار جلد اول صفحہ ۶۰۷ کشوری باب الحج عن الغیر میں ہے " اصل یہ ہے۔ کہ جو شخص کوئی عبادت کرے۔ نماز یا روزہ یا خیرات یا قرأت قرآن یا ذکر یا حج یا عمرہ یا طواف یا اور نیکیاں تو اسکو جائز ہے۔ کہ اس کا ثواب غیر شخص کیواسطے کر دے۔ اگرچہ عبادت کرنیکے وقت اپنی ذات کیواسطے نیت کی ہو۔ یہ اصل ثابت ہے دلائل قرآن وحدیث کی ظاہری دلالت سے بلا ارتکاب تاویل ۱۲

خدا تعالیٰ فرماتا ہے رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِي صَغِيرًا یعنی اولاد ماں باپ کے حق میں دعا مانگے۔ کہ اے میرے رب ان دونوں پر رحم فرما۔ جیسے ان دونوں نے مجھ چھوٹے سے کو پالا ہے۔

اور قرآن شریف میں ہے رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ترجمہ :- اے میرے رب بخش تو مجھ کو اور میرے والدین کو اور تمام مومنین اور مومنات کو اور اس کو جو میرے مکان میں مومن ہو کر داخل ہو ۱۲

اور ایک جگہ حق تعالیٰ فرماتا ہے رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ اے رب میرے بخش تو ہم کو اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پیشتر ایمان لائے ۱۲

ان آیات سے معلوم ہوا۔ کہ ایک کے عمل سے دوسرے کو فائدہ ہوتا ہے ورنہ ولد کی دعا والدین کے حق میں اور مسلمان لاحقین کی دعا مسلمان سابقین کیلئے بے فائدہ ہوتی۔ اور حق تعالیٰ نے سورہ احزاب میں يُصَلِّي عَلَيْكُمْ

وملٰئکتہ فرمایا۔ یعنی فرشتے مؤمنین کیواسطے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ اگر ایک کا عمل دوسرے کو مفید نہ ہوتا۔ تو ایسا نہ آتا۔ اور حدیثیں تو نیابت و ثواب رسانی میں بکثرت ہیں۔ از انجملہ بخاری و مسلم میں یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈھوں کو قربانی کیا۔ ایک مینڈھا اپنی طرف سے اور دوسرا اپنی اُمت کی طرف سے اس حدیث سے صاف معلوم ہوا۔ کہ عبادت مالی میں نیابت صحیح ہے۔ اس حدیث کے معنوں کو ابن ماجہ اور امام احمدؒ بن حنبل اور حاکم اور طبرانی اور ابن ابی شیبہ اور اسحاق اور ابو یعلی اور بزار اور دار قطنی نے چند صحابہؓ سے روائت کیا ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ قدر مشترک یہ حدیث مشہور ہے۔ اور دار قطنی نے حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ سے روائت کی ہے۔ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جو قبرستان سے گزرے اور گیارہ بار قل ہو اللہ احد پڑھے۔ اور اس کا ثواب مُردوں کو بخشے۔ تو اُسکو ثواب دیا جاوے گا بقدر اموات کے ۱۲

بخاری باب عذاب القبر میں ابن عباسؓ سے مروی ہے قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَبْرَيْنِ يُعَذَّبَانِ فَقَالَ اِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ اَمَّا اَحَدُهُمَا فَكَانَ يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَكَانَ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ ثُمَّ اَخَذَ جَرِيْدَةً رَطْبَةً فَشَقَّهَا بِنِصْفَيْنِ ثُمَّ غَرَزَ فِيْ كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَ صَنَعْتَ هٰذَا فَقَالَ لَعَلَّهٗ اَنْ يُّخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا ۱۲

ترجمہ:- ابن عباسؓ سے روائت ہے۔ کہ حضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں پر گزرے کہ اُن میں مُردوں کو عذاب ہوتا تھا۔ سو فرمایا کہ ان دونوں پر عذاب ہے۔ اور انکو کسی مشکل کام کے سبب عذاب نہیں ہوتا۔ ان دونوں سے ایک تو پیشاب سے کنارہ نہیں کرتا تھا یعنی پیشاب کیوقت اسکی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا۔ اور دوسرا چغلی کرکے آپس میں فساد ڈلواتا تھا۔ پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کی ایک شاخ تر پکڑی۔ سو اُسکو چیر کر دو ٹکڑے کیا۔ پھر ہر قبر پر ایک ایک ٹکڑا گاڑ دیا۔ سو لوگوں نے عرض کی۔ کہ یا حضرتؐ آپ نے یہ کام کسواسطے کیا؟ فرمایا کہ اُمید ہے کہ ان سے عذاب کی تخفیف کیجاوے۔ جبتک کہ وہ خشک ہوں۔ یعنی اسواسطے کہ جبتک یہ تر رہیں گے تو خدا کی تسبیح کرینگے اسکی برکت سے اُن کے عذاب میں تخفیف ہو گی ۱۲

اس حدیث بخاری و مسلم سے معلوم ہوا۔ کہ قبر پر درخت کی چھڑی گاڑنی درست بلکہ مستحب ہے۔ مگر چھڑی کا تر و تازہ ہونا ضرور ہے خشک نہ ہو۔ کیونکہ سبز ٹہنی اپنی حیاتی کے سبب خدا کی تسبیح کہتی ہے۔ اور جبتک وہ خدا کی تسبیح کریگی۔ اسکی برکت سے مُردے کو عذاب میں تخفیف ہوگی۔ کہ تسبیح ہمسائے کی نجات کا سبب ہے ۱۲

بعض بے علم کہتے ہیں کہ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیات سے ہے۔ انکی جہالت کو دور کرنیکے لئے دو حوالے کتب حدیث سے لکھتا ہوں:-

(۱) ذَكَرَ الْبُخَارِيُّ اَنَّ بُرَيْدَةَ ابْنَ الْحُصَيْبِ الصَّحَابِيَّ اَوْصٰى اَنْ يُّجْعَلَ فِيْ قَبْرِهٖ جَرِيْدَتَانِ فَكَاَنَّمَا تَبَرَّكَ بِفِعْلِ مِثْلِ مَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یعنی ایک صحابی بریدہ بن حُصیب نے وصیت کی۔ کہ میری قبر پر دو شاخیں سبز لگا دیجائیں۔ گویا اُس نے برکت حاصل کی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے ۱۲ (مرقات شرح مشکوٰۃ)

(۲) علامہ جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں فرماتے ہیں۔ اخرج ابن عساکر من طریق حماد ابن مسلمۃ عن قتادۃ ان ابا برزۃ الاسلمی رضی اللہ عنہ کان یحدث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ مر علی قبر صاحبہ یعذب فاخذ جریدۃ فغرسھا فی القبر وقال عسی ان یرد عنہ مادامت رطبۃ فکان ابو برزۃ یوصی اذا مت فضعوا فی قبری جریدتین فمات فی مفازۃ بین کرمان وقوس فقالوا کان یوصینا ان نضع فی قبرہ جریدتین الی ان قال فاخذوا جریدتین فوضعوھا فی قبرہ واخرج ابن سعد عن مسروق قال اوصی بریدۃ ان یجعل فی قبرہ جریدتان الحدیث ۱۲

ترجمہ:۔ نکالا ابن عساکر نے حماد بن مسلمہ کے طریق سے وہ روائت کرتا ہے قتادہ سے کہ تحقیق ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث بیان کرتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ تحقیق آپ گزرے ایک قبر پر جس کو عذاب ہو رہا تھا۔ پس لی آپ نے ایک ٹہنی تر۔ سو اُس کو گاڑا اُسکی قبر پر اور فرمایا امید ہے کہ اِسکی وجہ سے اِس کا عذاب دُور رہیگا۔ جب تک یہ تر رہیگی۔ پس ابو برزہ وصیت کرتے تھے کہ جس وقت میں مر جاؤں۔ تو تم میری قبر میں دو ٹہنی تر رکھدیں۔ پس مر گیا ابو برزہ کرمان وقوس کے ایک جنگل بیابان میں۔ پس کہا انہوں نے ہمیں وصیّت کیا کرتا تھا یہ کہ رکھیں ہم اُسکی قبر پر دو ٹہنیاں تر۔ حتّیٰ کہ راوی نے کہا۔ پس لی انہوں نے دو شاخیں تر۔ سو رکھا ان دونوں کو اُسکی قبر میں۔ اور نکالا اس حدیث کو ابن سعد نے مسروق سے۔ اس طرح کہ اُس نے وصیت کی۔ یہ کہ رکھی جاویں دو ٹہنیاں تر اس کی قبر میں الیٰ آخرہٖ ۱۲

پس ان تمام دلائل مذکورہ سے ثابت ہوا۔ کہ زندہ علی سبیل الاستمرار والدوام مردوں کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ پس زندوں کا مُردوں کو ایام مخصوصہ وغیر مخصوصہ میں امداد پہنچانی اللہ تعالیٰ کے فرمان کی تعمیل اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل کی پیروی کرنی ہے۔

پس کامل تردید ہوئی اُن بے علم نجدیوں کی جو کہتے ہیں۔ کہ زندہ کے عمل سے مُردوں کو فائدہ نہیں پہنچتا یا پہنچتا تو ہے مگر ایام مخصوصہ مسؤلہ میں نہیں پہنچتا۔ سو اُن کا یہ قول محدث ہے جسکو بدعت شرعی کہنا چاہیئے۔

وہابی خدا بی کریں فعل بیجا نہ شرم محمدؐ نہ شرم خدا

دلیل اس امر کی کہ کھانا سامنے رکھکر بذریعہ دعا ایصالِ ثواب مسنون ہے۔ اس کو بدعت کہنا بے علم نجدیوں یا متعصب بے دینوں کا کام ہے۔

دلیل اوّل:۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ سورۂ مومن میں فرماتا ہے قال ربکم ادعونی استجب لکم یعنی تمہارے رب نے کہا کہ تم مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا کو قبول کرونگا۔

فائدہ:۔ اس آئۃ میں کوئی تخصیص زمانی ومکانی نہیں یعنی حق تعالیٰ کا اپنے بندوں کو فرمان ہوا۔ کہ جس زمان ومکان میں دعا مانگے گے قبول فرماؤں گا۔ پس آئت نے صریح طور پر بتلا دیا۔ کہ اگر کوئی مسلمان تیرے وساتویں اور چالیسویں دن میں صدقے کی چیز سامنے رکھکر دعا مانگے۔ کہ یا اللہ تو اسکو فلاں کیطرف سے قبول فرما تو بھی قبول فرمائیگا۔ اور اگر ایام مخصوصہ مذکورہ کے علاوہ دیگر ایام میں اپنے صدقے کا ثواب پہنچائیگا تو بھی قبول فرمائیگا

اب لامذہب وہابیوں کا یہ کہنا۔ کہ جب کھانا آگے ہو تو دعاء نامنظور ہو گی۔ یا ایام مخصوصہ میں دعاء مانگنے سے بوجہ بدعت شرعی ہو جانیکے مردود ہو گی بالکل مردود ہے۔ کیونکہ یہ بات کہنے والا شرع شریف کے عام حکم کو جسمیں ازروئے قرآن وحدیث کوئی تخصیص نہ تھی اپنی ذاتی رائے سے خاص قرار دے رہا ہے۔ اور یہ دین کو بدلانا ہے۔ اور اسی کو بدعت شرعی کہتے ہیں جسکی سزا جہنم ہے۔

اعتراض وہابی:۔ مجوزین مطلق کو مقید کرتے ہیں۔ اور مطلق کو اپنی ذاتی رائے سے مقید کرنا دین کو بدلانا ہے

دفعیہ:۔ ہم نے مطلق کو مقید ہرگز نہیں کیا۔ ہم جیسے ایام مخصوصہ میں جائز سمجھتے ہیں ویسے ہی دوسرے ایام میں بھی جائز سمجھتے ہیں۔ چنانچہ مسلمانوں کا چالیس روز تک برابر مساکین کو حسب توفیق فاتحہ برطعام دیکر کھانا دینا معمول بہا ہے۔

اعتراض وہابی:۔ اگر اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ (سورہ مومن) کو مطلق رکھا جائے۔ تو پھر ناپاک چیزوں پر بھی دعا مانگ لینا جائز ہو جائیگا؟

دفعیہ:۔ اے وہابی! مَا مِنْ عَامٍ اِلَّا وَقَدْ خُصَّ عَنْهُ الْبَعْضُ قاعدہ مشہور ہے۔ یعنی عمومات میں تخصیص مشہور ہے مگر تخصیص خدا تعالیٰ کی کلام اور اُسکے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث سے ہونی چاہیئے نہ اپنی ذاتی رائے سے۔ کیونکہ عمومات میں ذاتی رائے سے تخصیص پیدا کرنی مشرکین فی الرسالت کا کام ہے۔ ہم لوگ ناپاک چیزوں پر دعا نہ مانگیں گے۔ کیونکہ اللہ عزوجل اور نبی علیہ الصلوٰۃ نے ناپاک چیزوں پر دعا مانگنے سے منع کیا ہے۔ لہذا ہم کبھی بھی ایسی جرأت نہ کرینگے۔ اور جو مسلمان عمومات شرعیہ میں اپنی مرضی سے تخصیص پیدا کریگا یقیناً کافر ہو جائیگا۔ اور تمہارا اعتراض شرع شریف کے حسب ذیل دلائل قطعیہ سے مردود ہے۔

(۱) حق تعالیٰ فرماتا ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَ مِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ۪ وَ لَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَ لَسْتُمْ بِاٰخِذِیْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِیْهِؕ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ (پارہ ۳) ترجمہ:۔ اے ایماندارو! اپنی کمائی کی پاک چیزیں خرچ کرو اور ان چیزوں سے جو نکالا ہم نے واسطے تمہارے زمین سے اور نہ ارادہ کرو ناپاک کا۔ ناپاک سے خرچ کرتے ہو۔ اور نہیں ہو تم لینے والے اُسکو۔ مگر یہ کہ آنکھ بھیچ لیتے ہو اس میں۔ اور خوب جان لو کہ تحقیق اللہ بے پرواہ سلاہا ہوا ہے

(۲) یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا ﳲ وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ (پارہ ۲) ترجمہ:۔ اے لوگو! کھاؤ ان چیزوں سے جو زمین میں ہیں حلال پاک اور نہ پیروی کرو شیطان کے قدموں کی۔ اور تحقیق وہ تمہارا کھلا دشمن ہے ۱۲

(۳) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَ اشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ (پارہ ۲) ترجمہ:۔ اے مسلمانو! جو پاک چیزیں ہم نے تم کو دی ہیں۔ اُن سے کھاؤ اور اللہ کا شکر کرو۔ اگر تم اسکی عبادت کرتے ہو ۱۲

(۴) قُلْ لَّا یَسْتَوِی الْخَبِیْثُ وَ الطَّیِّبُ وَ لَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِیْثِۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ یٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (پارہ ۷، ۱۲ آخری آئت) ترجمہ:۔ فرما دیجئے! ناپاک و پاک مساوی نہیں۔ اگرچہ

ناپاکی کی کثرت تجھکو تعجب میں ڈالے ۔ سو اللہ سے ڈرو اے عقلمند و! تاکہ خلاصی پاؤ ۱۲

(۵) مسلم شریف بَابُ قُبُوْلِ الصَّدَقَةِ مِنَ الْكَسْبِ الطَّيِّبِ میں بروایت ابوہریرہؓ ہے قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ اللهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ اِلَّا طَيِّبًا یعنی فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اے لوگو! بیشک اللہ پاک ہے نہیں قبول کرتا مگر ناپاک کو

شرح اربعین نووی میں اسکی شرح یوں لکھی ہے۔ قَوْلُهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَا يَقْبَلُ اِلَّا طَيِّبًا فَلَا يُتَقَرَّبُ اِلَيْهِ بِصَدَقَةٍ حَرَامٍ وَيُكْرَهُ التَّصَدُّقُ بِالرَّدِيِّ مِنَ الطَّعَامِ وَكَذٰلِكَ يُكْرَهُ التَّصَدُّقُ بِمَا فِيْهِ شُبْهَةٌ ترجمہ :۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان لایقبل الاطیبا سے معلوم ہوا کہ حرام کے صدقہ کرنے سے خدا کا قرب نہیں مل سکتا اور شبہ والی چیز اور ردی طعام کا صدقہ کرنا مکروہ ہے ۱۲

آئت اولی سے ثابت ہوا۔ کہ خدا کی راہ میں پاک چیز خرچ کرنی چاہیئے۔ اور دوسری و تیسری سے حلال طیب کھانیکا حکم ملا۔ اور چوتھی سے طیب کی فضیلت ثابت ہوئی۔ اور حدیث شریف نے صاف بتایا۔ کہ خدا پاک ہے۔ پاک ہی کو قبول فرماتا ہے۔

پس وہابی کا اعتراض دفع ہوا۔ اب ہابی غیر مقلد وہابی مقلد یا تو تیجے، ساتویں اور چالیسویں کو جائز تسلیم کرے یا قرآن وحدیث :۔ سے اپنے اعتراض کو ہماری طرح تخصیص کے دائرہ میں اسطرح پیش کرے۔ کہ دیکھو فلاں آئت وحدیث میں آیا ہے۔ کہ مسلمانو! ایام مذکورہ مخصوصہ مسئولہ میں آگے طعام رکھ کر ایصال ثواب برائے اموات منع ہے۔ اور تم اس کے خلاف کرتے ہو۔ اگر تمہارے پاس دلیل ہے تو پیش کرو۔ ورنہ قرآن کی مخالفت سے باز آجاؤ۔ خدا کی قسم اسکو بدعت کہنے والا مردود ہے۔ خدا کا خوف پیدا کرو۔ ورنہ یہودی علماء کی طرح ذلیل ہو جاؤ گے ۱۲

دوسری دلیل : خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ط وَاللهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (سورہ توبہ پارہ ۱۱) ترجمہ :۔ اے نبی! اے تو ان کے اموال سے صدقہ پاک کر تو انکے ظاہر کو اور صاف کر تو انکے باطن کو اور دعائے خیر کر تو اچھا اُن کے تحقیق دعاء خیر تیری تسکین ہے واسطے اُن کے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے ۱۲

اس آئت میں صدقہ سے مراد محقق مذہب کی بنا پر زکوٰۃ نہیں۔ دیکھو تفسیر حقانی۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ مسلمان صدقہ وخیرات کرنیوالوں پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دعا فرمایا کرتے تھے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا سے انہیں ثواب ملتا تھا۔ فھو المطلوب

دلیل تیسری :۔ بخاری بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ پارہ ۲۶ میں ہے عَنِ ابْنِ اَبِيْ اَوْفٰى كَانَ اِذَا اَتٰى رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَدَقَتِهٖ قَالَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ وَاَتَاهُ اَبِيْ بِصَدَقَتِهٖ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى اٰلِ اَبِيْ اَوْفٰى ۱۲ روائت ہے ابن ابی اوفی سے کہ جبوقت کوئی آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صدقہ لاتا۔ تو آپ کہتے۔ اے اللہ اس پر رحم فرما۔ اور میرا باپ آپکے پاس صدقہ لایا۔ تو آپ نے دعا مانگی کہ اے اللہ ابو اوفی کی اولاد پر رحمت کاملہ نازل فرما ۱۲

فائدہ :۔ اس سے ثابت ہوا۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں جب کبھی کوئی آدمی صدقہ

لاتا: توآپ اُس کیلئے ضرور دعاخیر فرماتے۔ جس سے اُسکو ثواب ملتا۔ سو مسلمان اتباع سنّت کی غرض سے جب اپنے صدقات علماء و فقراء صالحین کے سامنے رکھتے ہیں۔ تووہ اُن کے حق میں بغرض اتباع رسول دعاء مانگتے ہیں اسکو بدعت کہنے والا سنّت کا مردود دشمن ہے

دلیل چہارم :۔ شرح عقائدنسفی و شرح الصدّور و دیگر کتب حدیث میں سعد بن عبادہ سے مروی ہے۔ کہ اُس نے عرض کی۔ کہ یارسول اللہ مقرر سعد کی ماں مرگئی ہے۔ پس کونسا صدقہ افضل ہے۔ فرمایا حضرتؐ نے پانی پھر کھود اسعد نے کنوآں اور کہا یہ کنوآں واسطے ام سعد کے ہے۔ چنانچہ بیرام سعد مشہور ہے۔ مراد اس سے ثواب ہے کنوئیں کا واسطے ام سعدؓ کے جیسے عرف میں مشہور ہے۔ دعوت مولود یا توشہ اصحاب کہف یا کھچڑہ امام حسینؑ یا چالیسواں فلاں کا وغیرہ ان تمام سے مراد طعام للہ اور ثواب اُس کا بروح بزرگاں ہے۔ نہ یہ کہ جیسا وہابی بدعتی کہتے ہیں۔ کہ مطلقاً جس پر نام خدا کا لیا گیا وہ حرام ہے۔ ورنہ اس صورت میں تمام اشیاء ماکولات و مشروبات و ملبوسات وغیرہ سب حرام ہوجائینگی۔ اسواسطے کہ کوئی نہیں کہتا۔ کہ یہ چیز اللہ کی ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ مکان۔ مسجد اور مدرسہ اور کتاب۔ گھوڑا۔ اور ہاتھی وغیرہ فلاں شخص کا ہے۔ اور حقیقت میں اللہ نے ملک اسی کا ہے۔ ورنہ سزا و جزا اُس پر کیوں مرتب ہو جس کا دل چاہے ہر کسی کی جو چیز چاہے لیوے خدا کا مال سمجھ کر۔ اور تمام احکامات شرعیہ حد۔ سزا۔ قضا سب معطل ہوجاویں۔

اور دوسرا مسئلہ یہ نکلا۔ کہ زبان سے دعا مانگنی اس طرح۔ کہ یا اللہ! اس صدقہ کو فلاں کی طرف سے قبول فرما! مسنون ہے۔ اسکو بدعت سے موسوم کرنیوالا سنت نبویؐ کے مخالف ہے ۱۲

دلیل پنجم :۔ علامہ زمان محدث ابو سعید سلمی رحمۃ اللہ علیہ کتاب شرح برزخ صفحہ ۳۹ مطبوعہ مطبع رضوی بنگلور میں لکھتے ہیں"۔ کہ ابن ابی الدنیا نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے۔ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم روبرو کھانا رکھکر فاتحہ دیتے اور فرماتے کہ یا اللہ تو اس کا ثواب مُردوں کو پہنچا ۱۲

اور اسی کتاب کے اسی صفحہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام فرمایا کرتے تھے۔ کہ مُردوں کیلئے فاتحہ دیا کرو ۱۲

دلیل ششم :۔ جامع ترمذی مجتبائی جلد دوم صفحہ ۱۸۳ میں ہے۔ کہ لوگ پہلا پھل نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس جب لاتے۔ توآپ ان الفاظ سے دعا مانگتے اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ صَاعِنَا وَمُدِّنَا اَللّٰھُمَّ اِنَّ اِبْرَاھِمَ عَبْدُكَ وَخَلِیْلُكَ وَنَبِیُّكَ وَاِنِّیْ عَبْدُكَ وَنَبِیُّكَ وَاِنَّهٗ دَعَاكَ لِمَكَّةَ وَاَنَا اَدْعُوْكَ لِلْمَدِیْنَةِ بِمِثْلِ مَادَعَاكَ بِهٖ لِمَكَّةَ وَمِثْلِهٖ مَعَهٗ ۱۲ کہا ابو ہریرہؓ نے کہ پھر جو چھوٹے لڑکے آپکو نظر آتے۔ تو اُن میں اُس پھل کو آپ تقسیم فرمادیتے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے ۱۲

دلیل ہفتم :۔ ابن جریر میں ہے۔ کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ایک دفعہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے توآپ نے اُن کو کچھ عطاء فرمایا۔ سو وہ رو پڑے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے معاذؓ! تو کیوں روتا ہے؟ معاذؓ نے عرض کی۔ کہ یارسول اللہ میری والدہ میرے باپ کے مال سے صدقہ کرکے آخرت کا توشہ تیار کرتی تھی۔ اب بدوں وصیت کئے فوت ہوگئی ہے جسکا مجھے غم ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اے معاذ! کیا تو اپنی والدہ کو اُسکی قبر میں فائدہ پہنچانا چاہتا ہے۔ معاذ نے عرض کی ہاں

یارسول اللہ. فرمایا جس چیز کا فائدہ تو والدہ کو پہنچانا چاہتا ہے. تو چھوڑ اسکو واسطے اُسکے اور زبان سے کہہ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ اُمِّ مُعَاذٍ یعنے اے اللہ تو اس کو معاذؓ کی ماں کی طرف سے قبول فرما. ایک صحابی نے عرض کی. یارسول اللہ کیا یہ حکم خاص واسطے معاذؓ کے ہے. آپ نے فرمایا. تا قیام قیامت میری سب اُمت کیواسطے ہے (مختصر کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۵۴۱)

دلیل ہشتم:۔ وَفِي الْحِصْنِ الْحُصَيْنِ. مِنْ اٰدَابِ الدُّعَاءِ تَقْدِيْمُهٗ عَمَلٍ صَالِحٍ وَاَيْضًا فِيْهِ فِيْ بَابِ الْاِجَابَةِ عِنْدَ الدُّعَاءِ بَيْنَ تَلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ سِيَّمَا بَعْدَ الْخَتْمِ. وَلِهٰذَا جَاءَ فِيْ اٰدَابِ الْاِسْتِسْقَاءِ تَقْدِيْمُ صَدَقَةٍ وَّصَوْمٍ لِاَنَّهٗ فِي الْحَقِيْقَةِ دُعَاءٌ وَّاسْتِغْفَارٌ فَالدُّعَاءُ لِلْمَيِّتِ وَقْتَ الصَّدَقَةِ وَاِطْعَامُ الطَّعَامِ وَقِرْءَةُ الْقُرْاٰنِ وَالْاَذْكَارِ خُصُوْصًا عِنْدَ حُضُوْرِ الْجَمَاعَةِ مِنَ الصُّلَحَاءِ مَرْجُوٌّ بِالْاِجَابَةِ وَنُزُوْلِ الرَّحْمَةِ وَالْمَغْفِرَةِ كَمَا جَاءَ فِيْ تَفْسِيْرِ رُوْحِ الْبَيَانِ قَوْلُهٗ تَعَالٰى يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا فِيْ جَمِيْعِ الْاَوْقَاتِ وَفِيْ عُمُوْمِ الْاَمْكِنَةِ وَفِيْ كُلِّ الْاَحْوَالِ اِلٰى اَنْ قَالَ ثُمَّ اَنَّ ذِكْرَ اللّٰهِ وَاِنْ كَانَ يَشْتَمِلُ الصَّلٰوةَ وَالتِّلَاوَةَ وَالدِّرَاسَةَ وَنَحْوَهَا اِلَّا اَنَّ اَفْضَلَ الذِّكْرِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَالْاِشْتِغَالُ بِهٖ مُنْفَرِدًا مَعَ الْجَمَاعَةِ مُحَافِظًا عَلَى الْاٰدَابِ الظَّاهِرَةِ وَالْبَاطِنَةِ لَيْسَ كَالْاِشْتِغَالِ بِغَيْرِهٖ ۱۲ ترجمہ:۔ اور حصن حصین میں ہے. کہ دعا کے آداب سے عمل صالح کا مقدم کرنا ہے. اور نیز اسی کتاب کے باب الاجابۃ میں ہے. کہ دعا کی قبولیت کا وقت تلاوت قرآن کے مابین ہے. اور خصوصاً بعد ختم قرآن. اور اسی وجہ سے صلوات استسقاء کے آداب میں تقدیم صدقہ وصوم آیا ہے. کیونکہ نماز استسقاء حقیقت میں دعا و استغفار ہے. سو میت کیواسطے دعا کرنی صدقہ کے وقت اور کھانا کھلانے اور قرآن شریف پڑھنے کے اور ذکر کے. بالخصوص وقت حاضر ہونے جماعت صلحاء کے (جیسا کہ عرب اور ہندوستان میں رواج ہے) مرجو بالاجابت اور نزول رحمت و مغفرت کا سبب ہے. جیسا کہ روح البیان میں آیا ہے. اور خلاصہ اُسکا یہ ہے. کہ ذکر کرنا اللہ برتر کا ہر آن اور ہر وقت اور ہر مکان اور ہر احوال میں یہاں تک کہ فرمایا کہ تحقیق ذکر اللہ اگرچہ شامل ہوتا ہے نماز و تلاوت قرآن و درس و تدریس اور مانند اسکے کو. مگر تحقیق افضل ذکر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے. پس اشتغال ساتھ اُسکے فقط ساتھ جماعت مسلمانوں کے آداب ظاہری و باطنی کی رعائت کیساتھ نہیں ہے مانند اشتغال کے ساتھ غیر کلمہ کے ۱۲

فائدہ:۔ دیکھو محدثین و مفسرین کی تحقیق سے ثابت ہوا. کہ صدقہ دینے اور کھانا کھلانے اور عمل صالح کے موقع پر میت کیواسطے دعا کرنی مقبول ہوتی ہے. پس مسلمانوں کا طعام پر برائے ایصال ثواب للاموات دعا مانگنا مستحب و مسنون ثابت ہوا.

دلیل نہم:۔ مجموعہ زبدۃ النصائح صفحہ ۱۳۲ پر استفتاء شاہ ولی اللہ صاحب کا مرقوم ہے. سائل نے سوال کیا تھا. کہ کسی کے نام کا مرغا یا بکرا ذبح کیا ہوا درست ہے یا نہیں اور ملیدہ یا شیر برنج وغیرہ نیاز اولیاء اللہ کا درست ہے یا نہیں؟ شاہ ولی اللہ صاحب نے اس کے جواب میں ذبیحہ کو حرام فرمایا اور ملیدہ و شیر برنج کی نسبت فرمایا:۔

"اگر ملیدہ و شیر برنج بنا بر فاتحہ بزرگے بقصد ایصال ثواب بروح ایشان پزند و بخورانند مضائقہ نیست وطعام نذر اللہ اغنیا را خوردن حلال نیست واگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شد پس اغنیا را ہم خوردن جائز است"

نیز شاہ صاحبؒ اپنی کتاب سلاسل اولیاء اللہ صفحہ ۱۰۱ میں فرماتے ہیں:۔

"پس دہ مرتبہ درود خوانده ختم تمام کنند و بر قدرے شیرینی فاتحہ بنام خواجگان چشت عموماً بخوانند و حاجت از خدا تعالیٰ سوال نمائند" ۱۲

مولانا عبداللہ گجراتی جو بڑے عالم صالح متقی ہمعصر شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے تھے۔ وصیت نامہ میں لکھتے ہیں تخصیصات در اوضاع و تراکیب ماکولات و تعینات در مقروات بفاتحہ و نیاز ہائے بزرگان از رسوم صالح است" ۱۲

اور جامع الاوراد میں ہے:" اگر بر طعام فاتحہ کردہ بفقراء دہد۔ البتہ ثواب میرسد۔" اور اسی جامع الاوراد میں ہے:" چوں قرآن ختم کند اوّل پنج آیۃ خوانده دست برائے فاتحہ بردارد و ثواب ختم بارواح ہر کہ خواہد بطفیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بخشند" ۱۲

یہ وصیت نامہ اور جامع الاوراد کی عبارتیں انوار ساطعہ مصنفہ مفتی عبدالسمیع رامپوری صفحہ ۹۷ سے منقول ہیں۔

فتاویٰ عزیزی صفحہ ۷۵ میں شاہ عبدالعزیز صاحب سوالات عشرہ محرم کے جواب سوال نہم میں لکھتے ہیں۔

"طعامیکہ ثواب آں نیاز حضرت امامین نمائند و براں فاتحہ وقل و درود خوانند تبرک میشود خوردن آں بسیار خوب است لیکن بہ سبب بردن طعام پیش تعزیہ و نہادن آں طعام پیش تعزیہ ہا تمام شبہ تشبہ بکفار و بت پرستاں مے شود۔ پس ازیں جہت کراہیت پیدا مے کند واللہ اعلم"۔ فتاویٰ عزیزی صفحہ ۴۸ میں لکھتے ہیں" ختم کلام اللہ و فاتحہ وغیرہ خواندن مضائقہ نیست ۱۲

فتاویٰ شاہ رفیع الدین دہلوی برادر محدث عبدالعزیز صاحب ص میں ہے سوال:۔

تخصیص ماکولات در فاتحہ بزرگان مثل کھچڑہ در فاتحہ امام حسین رضی اللہ عنہ و توشہ در فاتحہ عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ وغیر ذالک و ہمچنیں تخصیص خورندگان چہ حکم دارد ۱۲

جواب:۔ فاتحہ و طعام بلا شبہ از مستحسنات است و تخصیص کہ فعل مخصص است کہ باعث منع نمی تواند شد ایں تخصیصات از قسم عرف و عادت اند۔ کہ بمصالح خاصہ و مناسبت خفیہ ابتدائی بظہور آمدہ۔ رفتہ رفتہ شیوع یافتہ ۱۲

شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو ہر سال اپنے باپ کا عرس کرتے تھے۔ اُن پر مولوی عبدالحکیم صاحب پنجابی نے یہ اعتراض لکھا ہے۔ کہ تم نے عرس کو فرض سمجھ رکھا ہے۔ سال بسال کرتے ہو۔ اُس کا جواب جو شاہ صاحب موصوف نے لکھا ہے۔ زبدۃ النصائح مطبوعہ ۱۲۶۷ھ ہجری کے صفحہ ۴۲ میں ہے۔

"ایں طعن مبنی بر جہل احوال مطعون علیہ زیرا کہ غیر از فرائض شرعیہ مقررہ را ہیچکس فرض نمی داند آرے زیارت و تبرک بقبور صالحین و امداد ایشاں باہداد ثواب و تلاوت قرآن و دعائے خیر و تقسیم طعام و شیرینی امر مستحسن و خوب است باجماع علماء و تعین روز عرس برائے آنست کہ آں روز مذکر انتقال ایشاں می باشد از دار العمل بدار الثواب ۱۲

تفسیر عزیزی پارہ الم صفحہ ۱۴ ۵ تحت آیۃ وما اہل اللہ بغیر اللہ میں ہے۔" و سرش آنست کہ نزد عوام طریق ذبح جانور بہر گونہ کہ مقرر است متعین است برائے رسانیدن جان جانور برائے ہر کہ منظور باشد۔ چنانچہ فاتحہ

وقل و درود خواندن طریق متعین است برائے رسانیدن ماکولات و مشروبات بارواح ۱۲
دیکھیے یہاں سے معلوم ہوگیا۔ کہ شاہ صاحب کے وقت تک بھی فاتحہ و قل ایصال ثواب کے موقع میں متعین تھا۔ کیونکہ آپ مثال دیتے ہیں۔ کہ جس طرح اہل اسلام میں قل اور فاتحہ پڑھ کر پہنچا دینا ثواب، ماکولات و مشروبات کا معین ہے۔ اسی طرح عوام جانتے ہیں۔ کہ جب نام خدا لیکر جانور ذبح کیا گیا۔ تو جان اسکی جس کو ہم چاہیں پہنچ جاتی ہے۔ حالانکہ یہ بات غلط ہے۔ جان کسی کو نہیں پہنچ سکتی۔ ماکولات و مشروبات کا ثواب پہنچ سکتا ہے۔

اس مضمون کو بیس سطر سے پہلے اس عبارت سے اس طرح لکھا ہے۔

"کہ ایں مسئلہ آنست کہ جان را برائے غیر جان آفریں نیاز کردن درست نیست و ماکولات و مشروبات و دیگر اموال را نیز اگرچہ از راہ تقرب بغیر اللہ دادن حرام و شرک است۔ اما ثواب آں چیز ہارا کہ عائد بہ بندہ می شد از آں غیر ساختن جائز است۔ زیرا کہ انسان را میرسد کہ ثواب عمل خود را بغیر خود بہ بخشد چنانچہ میرسد کہ مال خود را بغیر خود بدہد۔ و جان جانور مملوک آدمی نیست تا او را بکسے تواند بخشید" ۱۲

فتاویٰ عزیزی صفحہ ۱۱۱ میں ہے "شاہ صاحب کہتے ہیں کہ میں خود مجلسیں امامین اور بارہ وفات شریف کرتا ہوں۔ جس میں پانچسو یا ہزار کے قریب سامعین حاضر ہوجاتے ہیں۔ امامین کا واقعہ بالتفصیل بیان کرتا ہوں۔ آخر میں لکھتے ہیں "بعد از اں ختم قرآن مجید و پنج آیات خواندہ بر ما حضر فاتحہ نمودہ مے آید"

تنبیہ :۔ سب سے زیادہ فاتحہ وغیرہ منع کرنے میں مولوی اسمٰعیل صاحب مصنف صراط مستقیم مشہور ہیں اور حال اُن کا یہ ہے۔ کہ وہ تاریخ اور دن کی پابندی کو منع کرتے ہیں۔ اور اس پر بھی کسی آیت یا حدیث سے ممانعت ثابت نہیں کرتے فقط بعض مصلحتیں بیان کرتے ہیں۔ لیکن کھانیکے ساتھ فاتحہ پڑھنے کی وہ بھی اجازت دیتے ہیں۔ چنانچہ صراط مستقیم مجتبائی صفحہ ۶۳ میں لکھتے ہیں "در تقسیم طعام سوم و چہلم بسبب خوف مطعون شدن وسعت و کشادگی در کشادگی می کنند" اور صفحہ ۶۴ میں لکھتے ہیں "و نہ پندارند کہ نفع رسانیدن باموات باطعام فاتحہ خوانی خوب نیست چہ ایں معنی بہتر و افضل غرض آن است کہ مقید برسم نباشد بے تعین تاریخ و روز و جنس و قسم طعام ہر وقت و ہر قدر کہ موجب اجر جزیل بود بعمل آرد و ہرگاہ ایصال نفعی بمیت منظور داد موقوف بر اطعام نگذارد۔ اگر میسر باشد بہتر است والا صرف ثواب۔ فاتحہ و اخلاص بہترین ثوابہا است و در تعیین تاریخ و روز و قسم و وضع طعام ضیق پیش مے آید۔ انسان را خواہ نخواہ آنچہ کردن دشوار مے بود سر انجام بود آں ضرور مے افتد الیٰ آخرہ"

اس عبارت سے دو مسئلے ثابت ہوئے۔ (۱) اثبات فاتحہ مرسومہ کا (۲) سیوم و چہلم کا کھانا تعین ایام کے سبب منع نہیں۔ بلکہ اس میں قباحت مولوی اسمٰعیل کے نزدیک یہ ہے۔ کہ انسان کے پاس کچھ ہو نہ ہو پابندی ایام کی تواریخ سے خواہ مخواہ اُسکو قرض وغیرہ اٹھا کر کرنا پڑتا ہے۔ اس میں تنگی و مصیبت آتی ہے۔ پھر اگر میرے بھائیو یہی بات کسی کو پیش آوے اسکے حق میں ہم بھی منع کریں گے۔ اے بھائیو! اپنے مقدور کے موافق کرو۔ حوصلہ سے زیادہ ناموری کے ٹور پر جس کا سنبھالنا تم کو مشکل ہو اس طرح مت کرو۔ خالصاً للہ جس قدر تمہارے پاس ہے۔ اسی قدر پکا کر کھلا دو۔ ورنہ نفل پڑھ کر بخش دو۔ یا فقط فاتحہ پڑھ دو۔

انتباہ ضروری :۔ ثواب عبادت مالی کا بدوں کچھ پڑھنے کے بھی پہنچ جاتا ہے۔ اور ایسے ہی ثواب عبادت

بدنی کا بدوں عبادت مالی کے بھی پہنچ جاتا ہے۔ اور اگر دونوں کو اکٹھا کریں۔ تو بھی پہنچ جاتا ہے۔
اب ثناءاللہ امرتسری کا اپنے اخبار مورخہ ۷ محرم ۱۳۴۷ھ ہجری کے صفحہ ۱۲ پر لکھنا۔ کہ قرآن مجید کا ثواب۔ اموات کو ہم اہلحدیث کے نزدیک نہیں پہنچتا بالکل لغو ہوا۔ ناظرین کی طبع ضیافت کیواسطے درج کر دیتا ہوں۔
سوال نمبر ۱۹۹۔ قرآن مجید پڑھکر مردے کو ثواب بخشنا جائز ہے یا نہیں؟ (راقم اسماعیل عارف ازربا)
جواب نمبر ۱۹۹۔ حنفی مذہب کے علماء جائز کہتے ہیں۔ مگر اہلحدیث اس کے قائل نہیں۔ کیونکہ زمانہ سلف سے یہ ثابت نہیں ۱۲

ناظرین کرام! چونکہ موجودہ وہابیوں کا عقیدہ یہ ہے جو اوپر لکھا گیا ہے۔ اور اس پر اُنکے پاس کوئی دلیل نہیں اگر اس عقیدہ بے ثبوت کو پیش کرتے ہیں۔ تو علمائے اہل سنت وجماعت کی خلاف ورزی سے خارجی بنتے ہیں۔ بلکہ لوگوں میں یوں شورش ڈالنی شروع کی۔ کہ کھانے و قرآن مجید کا ثواب ایک ہی وقت میں پہنچانا منع ہے۔ پس ہمارے دلائل پیش کردہ سے اُن کے عقیدہ کا بطلان بخوبی ہوا۔

دلائل اس امر پر کہ مولوی ثناءاللہ امرتسری اور اُسکے ہمنوا حافظ محمد گوندلانوالہ ضلع گوجرانوالہ کا یہ عقیدہ کہ قرآن مجید کا ثواب اموات کو نہیں پہنچتا بالکل مردود ہے مسلمان ان کے بیہودہ عقیدہ پر ہرگز ایمان نہ لاویں۔ کیونکہ ان کا یہ فتویٰ حسب ذیل فتاوے سے مردود ہے۔

فتویٰ مولوی اسمٰعیل مصنّف صراط مستقیم کا

پس ہر عبادتیکہ از مسلمان ادا می شود و ثواب آں بروح کسے از گذشتگاں برساند و طریق رسانیدن آں دعائے خیر بجناب الٰہی است۔ پس ایں خود بہتر و مستحسن است واگر آں کس کہ ثواب بروحش میرساند از اہل حقوق او رست بمقدار حق وے خوبی رسانیدن ایں ثواب زیادہ ترخواہد شد۔ پس در خوبی ایں قدر امر از امور مرسومہ فاتحہا و اعراس و نذر و نیاز اموات شک وشبہ نیست ۱۲ صراط مستقیم مجتبائی صفحہ ۵۵

فتویٰ حضرت علّامۂ زمان مولوی وحید الزّمان صاحب

وَمَذْهَبُ الْمُحَقِّقِيْنَ مِنْ اَهْلِ الْحَدِيْثِ اَنَّ ثَوَابَ كُلِّ عِبَادَةٍ بَدَنِيَّةٍ كَانَتْ كَخَتْمِ الْقُرْاٰنِ اَوْ مَالِيَّةٍ كَالصَّدَقَةِ يَصِلُ اِلَيْهِمْ سَوَاءٌ هَدٰى لَهُمْ كُلَّ الثَّوَابِ اَوْ نِصْفَهٗ اَوْ رُبُعَهٗ نَصَّ عَلَيْهِ الْاِمَامُ اَحْمَدُ وَقَالَ يَصِلُ اِلَى الْمَيِّتِ كُلُّ شَيْءٍ مِنْ صَدَقَةٍ وَصَلٰوةٍ وَحَجٍّ وَاعْتِكَافٍ وَقِرَاءَةٍ وَذِكْرٍ وَغَيْرِ ذٰلِكَ ۱۲ ہدیۃ المہدی جلد اوّل صفحہ ۱۰۷

ترجمہ:۔ محققین اہل حدیث کا مذہب یہ ہے۔ کہ بیشک ثواب ہر عبادت کا چاہے بدنی ہو جیسے ختم قرآن یا مالی ہو جیسے صدقہ طعام وغیرہ اموات کو پہنچتا ہے۔ اب ایصال کنندہ کیلئے برابر ہے کہ سب عبادت کا ثواب ہدیہ کرے۔ یا نصف۔ یا ربع کا اور امام احمدؒ نے اِس طرح اِس مضمون پر نص کی کہ پہنچتی ہے میت کو ہر چیز صدقہ و صلوٰۃ و حج و اعتکاف و قرأت وذکر وغیرہ سے ۱۲

فتویٰ حضرت مُلّا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ کا

اِعْلَمْ اَنَّ الْاَصْلَ فِیْ هٰذَا اَنَّ لِلْاِنْسَانِ اَنْ یَّجْعَلَ ثَوَابَ عَمَلِهٖ لِغَیْرِهٖ مِنَ الْاَمْوَاتِ وَالْاَحْیَاءِ حَجًّا اَوْ صَلٰوةً اَوْ صَوْمًا اَوْ صَدَقَةً اَوْ غَیْرَهَا كَتِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ وَسَائِرِ الْاَذْكَارِ فَاِذَا فَعَلَ شَیْئًا مِّنْ هٰذَا وَجَعَلَ ثَوَابَهٗ لِغَیْرِهٖ جَازَ بِلَا شُبْهَةٍ وَّیَصِلُ اِلَیْهِ عِنْدَ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ

(لباب المناسک صفحہ ۳۲۳ مصری)

ترجمہ :- اس بارہ میں قاعدہ کلیہ یاد کرے۔ کہ بلاشبہ انسان اپنے عمل کا ثواب اپنے غیر کی ملکیت کر سکتا ہے۔ وہ غیر چاہے زندہ ہو یا مردہ اور وہ عمل چاہے حج ہو یا نماز یا روزہ یا صدقہ یا ان کے علاوہ کوئی اور عمل ہو مانند تلاوت قرآن اور جمیع اذکار کے پس جس وقت کوئی شخص ان اعمال میں سے کوئی عمل کر کے اُس کا ثواب اپنے غیر کی ملکیت میں کرے تو یہ ثواب کا پہنچانا بغیر شبہ کے جائز ہے اور پہنچ جائے گا۔ یہ ثواب طرف اُس غیر کے نزدیک اہلسنت والجماعت کے ۱۲

علّامہ بدر الدّین عینی شارح ہدایہ کا فتویٰ

وَفِی الْعَیْنِیِّ فِیْ بَابِ الْحَجِّ عَنِ الْغَیْرِ وَمِمَّا یَدُلُّ عَلٰی هٰذَا اَنَّ الْمُسْلِمِیْنَ یَجْتَمِعُوْنَ فِیْ كُلِّ عَصْرٍ وَّزَمَانٍ وَّیَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَیُهْدُوْنَ ثَوَابَهٗ لِمَوْتَاهُمْ وَعَلٰی هٰذَا اَهْلُ الصَّلَاحِ وَالدِّیَانَةِ مِنْ كُلِّ مَذْهَبٍ مِّنَ الْمَالِكِیَّةِ وَالشَّافِعِیَّةِ وَغَیْرِهِمْ وَلَا یُنْكِرُ ذٰلِكَ مُنْكِرٌ فَكَانَ اِجْمَاعًا عِنْدَ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ ۱۲

ترجمہ :- عینی کے بابُ الحجّ عَنِ الْغَیْرِ میں ہے۔ اور اس چیز سے جو راہنمائی کرتا ہے اس پر یہ ہے کہ تحقیق مسلمان جمع ہوتے رہے ہیں ہر زمانے و ہر وقت میں اور پڑھتے رہے قرآن مجید اور بخشتے رہے اسکا ثواب مردوں کو اور اسی پر ہیں تمام اہل اصلاح و دیانت والے۔ ہر مذہب کے متبعین سے یعنی شافعیوں اور مالکیوں وغیرہم سے اور کسی منکر نے اسکا ذکر نہیں کیا پس ہوا یہ اجماع نزدیک اہلسنّت والجماعت کے ۱۲

فتویٰ علّامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ ابن عابدین کا ردّ المختار سے

شرح لباب میں ہے۔ کہ پڑھے آدمی مُردہ کیواسطے فاتحہ اور آلم مفلحون تک اور آیۃ الکرسی اور امن الرسول وغیرہ پھر کہے اَللّٰهُمَّ اَوْصِلْ ثَوَابَ مَا قَرَأْنَاهُ اِلٰی فُلَانٍ یعنی پھر دعا کرے کہ یا اللہ پہنچا دے ثواب ہماری قرأت کا فلاں کو ۱۲

فتویٰ امام حجۃ الاسلام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

احیاء العلوم میں ہے لَا بَأْسَ بِقِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ عَلَی الْقُبُوْرِ یعنی قبور پر قرآن پڑھنے میں کوئی خوف نہیں۔ اسی جگہ

امام صاحب نے ایک عجیب قصہ لکھا ہے۔ علی بن موسیٰ کہتے ہیں۔ کہ میں امام احمد بن حنبل کیساتھ تھا ایک جنازہ پر۔ دفن کے بعد ایک اندھا قرآن پڑھنے لگا۔ امام احمد نے فرمایا۔ او آدمی یہ کام بدعت ہے۔ جب ہم مقبرہ سے نکلے۔ محمد بن قدامہ نے امام احمد سے پوچھا۔ کہ تم مبشر بن اسمٰعیل حلبی کو کیسا جانتے ہو۔ فرمایا وہ ثقہ ہے یعنی معتبر ہے۔ اُس نے پوچھا تم نے اُن سے کچھ علم سیکھا ہے امام نے فرمایا ہاں۔ جب اُنکے اقرار سے معلوم ہوا۔ کہ وہ استاد ہیں امام احمد کے۔ تب وہ محمد بن قدامہ بولا۔ کہ خبر دی مجھ کو مبشر بن اسمٰعیل نے۔ اُنکو خبر پہنچی عبدالرحمٰن سے۔ کہ جب اُنکے باپ علاء بن لحاج کا انتقال ہوا۔ وصیت کی کہ جب میں دفن کیا جاؤں میری قبر کے سرہانے پنج آیات اور اٰمَنَ الرَّسول پڑھو۔ اور یہ کہا۔ کہ میں نے ابن عمرؓ سے سُنا ہے وہ وصیت کرتے تھے اسبات کی۔ اسوقت امام احمد نے فرمایا۔ کہ مقبرہ میں جاؤ اور اس اندھے کو کہدو کہ قرآن پڑھتا رہے ۱۲

فتویٰ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ

فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص گزرے قبرستان پر اور پڑھا اُس نے قل ھو اللہ احد گیارہ مرتبہ پھر اُس نے بخشا اجر اُسکا اموات کو۔ اجر دیا جاویگا اُسکو اموات کے موافق۔ روائت کیا اِسکو رافعی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے (مختصر کنز العمال صفحہ ۲۷۴ جلد ۶)

فتویٰ حضرت انس رضی اللہ عنہ

فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص داخل ہوا مقابر میں پس پڑھی اُس نے سورہ یٰسین اللہ عزوجل اُس روز اُس قبرستان والوں سے عذاب ہلکا کر دیویگا۔ اور پڑھنے والے کو اُس قبرستان کے اموات کے شمار کے موافق ثواب ملیگا۔ روایت کیا اِسکو زیلعیؒ نے طحطاوی شرح مراقی الفلاح مصری صفحہ ۳۶۳ میں اس حدیث کے جملہ فقرا سورہ یٰسین کے نیچے لکھا ہے اَیْ اَھْدٰی ثَوَابَھَا لِلْاَمْوَاتِ یعنی سورہ یٰسین پڑھنے والا اس کا ثواب اموات کو ہدیہ کرے

فتویٰ معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کا

امام احمد اپنی مسند میں ابوداؤد اپنی سنن میں حاکم اپنی مستدرک میں ابن حبان اپنی صحیح میں ابن ماجہ اپنی سنن میں لائے ہیں۔ کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اِقْرَءُوْا عَلٰی مَوْتَاکُمْ یٰسٓ یعنی اپنے موتی پر یٰسین پڑہو

فتویٰ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اِنَّ ھَدِیَّۃَ الْاَحْیَاءِ اِلَی الْاَمْوَاتِ الْاِسْتِغْفَارُ لَھُمْ وَالصَّدَقَۃُ لَھُمْ یعنی ہدیہ زندوں کا واسطے مردوں کے اُن کیلئے استغفار و صدقہ ہے ۱۲ مختصر کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۸۳

تحقیق انیق جس سے بہت سے مسائل حل ہو جاویں گے

چند مباحات کو جمع کرنے سے اگر شرعاً وصف منہی عنہ پیدا نہ ہو۔ تو اُن کا مجموعہ بھی مباح ہے۔ اِس کو مخالف سنت

بدعت کہنے والا تفقہ فی الدین سے محروم ہے۔ کیونکہ جس سے نص شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام ساکت ہو۔ اسکو مخالف شرع نہیں کہیں گے۔ اِن چند حدیثوں کو غور سے پڑھو۔

(۱) عَنْ اَبِی ثَعْلَبَۃَ الْخُشَنِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ فَرَضَ الْفَرَائِضَ فَلَا تُضَیِّعُوْھَا وَحَرَّمَ حُرُمَاتٍ فَلَا تَنْتَھِکُوْھَا وَحَدَّ حُدُوْدًا فَلَا تَعْتَدُوْھَا وَسَکَتَ عَنْ اَشْیَاءَ مِنْ غَیْرِ نِسْیَانٍ فَلَا تَبْحَثُوْا عَنْھَا (مشکوٰۃ باب الاعتصام)

ترجمہ:۔ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے فرض فرمائیں بعض چیزیں اُنکو ضائع مت کرو اور حرام ٹھیرائیں بعض چیزیں اُن کی حرمت مت توڑو۔ اور باندھی ہیں حدیں اُن حدوں سے آگے مت بڑھو اور سکوت فرمایا بعض چیزوں سے دانستہ اُن میں بحث مت کرو ۱۲

(۲) اور مشکوٰۃ مَا یَحِلُّ اَکْلُہٗ وَمَا یَحْرُمُ فصل ثالث ہے عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ کَانَ اَھْلُ الْجَاھِلِیَّۃِ یَاکُلُوْنَ اَشْیَاءَ تَقَذُّرًا فَبَعَثَ اللّٰہُ نَبِیَّہٗ وَاَنْزَلَ کِتَابَہٗ وَاَحَلَّ حَلَالَہٗ وَحَرَّمَ حَرَامَہٗ فَمَا اَحَلَّ فَھُوَ حَلَالٌ وَمَا حَرَّمَ فَھُوَ حَرَامٌ وَمَا سَکَتَ عَنْہُ فَھُوَ عَفْوٌ ۱۲

ترجمہ:۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے ارشاد فرمایا۔ کہ جو اللہ عزوجل نے حلال کردیا۔ وہ حلال ہے۔ اور جو حرام کر دیا وہ حرام ہے۔ اور جس سے سکوت فرمایا اور کچھ بیان نہیں کیا وہ معاف ہے۔ یعنی اُس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مواخذہ نہ ہوگا ۱۲

(۳) اور مشکوٰۃ کِتَابُ الْاَطْعِمَۃِ فِیْ اٰدَابِ الطَّعَامِ میں بروائت سلمان ہے۔ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ السَّمْنِ وَالْجُبْنِ وَالْفِرَاءِ فَقَالَ الْحَلَالُ مَا اَحَلَّ فِیْ کِتَابِہٖ وَالْحَرَامُ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ فِیْ کِتَابِہٖ وَمَا سَکَتَ عَنْہُ فَھُوَ مِمَّا عَفٰی عَنْہُ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَ قَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ وَمَوْقُوْفٌ عَلَی الْاَصَحِّ ۱۲

ترجمہ:۔ حضرت سلمانؓ کہتے ہیں۔ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم گھی۔ پنیر۔ پوستین سے سوال کئے گئے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ وہ حلال ہے جسکو اللہ نے اپنی کتاب میں حلال کردیا۔ اور حرام وہ ہے۔ جس کو اللہ نے اپنی کتاب میں حرام کر دیا۔ اور جس سے سکوت فرمایا وہ معاف ہے۔ روائت اِس کو ابن ماجہ و ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔ اور موقوف اصح ہے۔

(۴) اور مشکوٰۃ کتاب الرِّقَاقِ فِی التَّوَکُّلِ وَالصَّبْرِ فصل ثانی میں بروائت عبداللہ بن مسعودؓ ہے۔ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّھَا النَّاسُ لَیْسَ مِنْ شَیْءٍ یُقَرِّبُکُمْ اِلَی الْجَنَّۃِ وَیُبَاعِدُکُمْ مِنَ النَّارِ اِلَّا قَدْ اَمَرْتُکُمْ بِہٖ وَلَیْسَ شَیْءٌ یُقَرِّبُکُمْ مِنَ النَّارِ وَیُبَاعِدُکُمْ مِنَ الْجَنَّۃِ اِلَّا قَدْ نَھَیْتُکُمْ عَنْہُ ۱۲

ترجمہ:۔ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ اے لوگو! جو چیز تمہیں جنت کے قریب کریگی اور دوزخ سے دور کریگی سو اُس کا بھی میں نے حکم کردیا ہے۔ اور ایسی کوئی چیز جو تم کو آگ کے قریب کریگی اور بہشت سے دور کریگی۔ سو اس کا بھی میں نے حکم کردیا ہے ۱۲

صاحب بصیرت کیواسطے ان احادیث سے ایک اصل عظیم پیدا ہوا کہ جس چیز میں اللہ ورسول کی طرف سے سکوت ہو۔ اُس کو مباح جاننا چاہیئے نہ بدعت ومکروہ وحرام اور مباح کی تعریف فقہاء نے جَوَازُ الْفِعْلِ مَعَ جَوَازِ التَّرْكِ کی ہے۔ لہٰذا فعل مسئولہ جائز ہے۔ اور اس کا کھانا حلال کیونکہ سب افعال اصل میں جائز ہیں قرآن پڑھنا بھی جائز اور اس کا ایصال بھی جائز اور طعام بھی جائز اور اس کا ایصال بھی جائز اور اُن کے جمع کرنے سے کوئی وصف منہی عنہ پیدا نہیں ہوتا۔ لہٰذا یہ سب کچھ جائز اور منکر قواعد دین سے سخت بے خبر ہے

وہابی خرابی کریں فعل بے جا ۔ نہ شرم محمدؐ نہ شرم خدا

دلیل اس امر کی کہ زندہ زندہ کو بھی اپنے عمل کا ثواب ہدیہ کر سکتا ہے؛

مشکوٰۃ مجتبائی صفحہ ۴۶۸ کِتَابُ الْفِتَنِ فِی الْمَلَاحِمِ فصل ثانی میں بحوالہ ابو داؤد حضرت صالح بن درہم سے روائت ہے۔ کہ ہم حج کر کے واپس جا رہے تھے۔ اچانک ایک آدمی نے آواز دیکر کہا۔ کہ تمہارے ہاں کوئی اُبلہ گاؤں بھی ہے۔ ہم نے کہا ہاں۔ اُس نے کہا۔ تم میں سے کون اس امر کا ضامن ہوتا ہے۔ کہ وہ مسجد عشار میں دو رکعت نفل یا چار رکعت نفل پڑھ کر کہے۔ کہ یہ واسطے ابوہریرہؓ کے ہیں۔ کیونکہ میں نے اپنے دوست جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ کہ اللہ عزوجل اٹھا دیگا مسجد عشار سے قیامت کے دن شہید جو نہ کھڑا ہوگا کوئی ساتھ شہیدان بدر کے سوا اُنکے۔ اور کہا ابو داؤد نے یہ کہ مسجد نہر کے متصل ہے ۱۲

صاحب لمعات اِسکی شرح میں فرماتے ہیں يُؤْخَذُ مِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ اِنَّ الْعَمَلَ فِى الْاَمْكِنَةِ الْفَاضِلَةِ فَاضِلٌ یعنی اس حدیث سے یہ مسئلہ ماخوذ ہوتا ہے۔ کہ یقیناً فضیلت والی جگہوں میں عمل فضیلت والا ہو جاتا ہے ۱۲

دلیل اس امر پر کہ تلاوت قرآن عبادت بدنی ہے جس کا ثواب اپنے غیر کو چاہے زندہ ہو یا مُردہ ہدیہ کر سکتے ہیں۔

کنز العمال جلد اوّل میں بروائت انس ہے۔ کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اَفْضَلُ الْعِبَادَةِ قِرْءَةُ الْقُرْاٰنِ یعنی سب سے بزرگترین عبادت قرأت قرآن ہے ۱۲ اور نیز کنز العمال جلد اوّل میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔ کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اَعْبَدُ النَّاسِ اَكْثَرُهُمْ تِلَاوَةً لِّلْقُرْاٰنِ یعنی لوگوں سے زیادہ عابد وہ ہے۔ جو اُن سے زیادہ قرآن کی تلاوت کرنیوالا ہے ۱۲ اور کنز العمال جلد اوّل میں عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے ہے۔ کہ فرمایا سرور دوجہان صلی اللہ علیہ وسلم نے اَفْضَلُ عِبَادَةِ اُمَّتِىْ قِرْءَةُ الْقُرْاٰنِ نَظْرًا یعنی میری امت کی افضل عبادت قرآن کو دیکھ کر پڑھنا ہے ۱۲

ان سب احادیث سے ثابت ہوا۔ کہ قرأت قرآن عبادت ہے۔ اور انسان کی پیدائش کی علت غائی بموجب مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ عبادت ہی ہے۔ اور اس قرآنی عبادت میں صدقہ ہونے کی قابلیت حسب ذیل احادیث سے ثابت ہو رہی ہے۔ ترمذی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روائت ہے۔ کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے كُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَةٌ یعنی ہر بھلی بات صدقہ ہے۔ نیز ترمذی میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے روائت ہے۔ کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے وَاَمْرُكَ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ وَنَهْيُكَ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ یعنی تیرا امر ساتھ ہر بھلی بات کے صدقہ ہے اور تیرا منع کرنا ہر بری بات سے صدقہ ہے۔ اور مسلم شریف

میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ہے۔ کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اِنَّ بِکُلِّ تَسْبِیْحَۃٍ صَدَقَۃً وَّ کُلِّ تَکْبِیْرَۃٍ صَدَقَۃً وَّکُلِّ تَھْلِیْلَۃٍ صَدَقَۃً وَّاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَۃً وَّنَھْیٌ عَنِ الْمُنْکَرِ صَدَقَۃٌ" (مشکوٰۃ مجتبائی فی فصل الصدقہ صفحہ ۱۶۸) یعنی تحقیق ساتھ ہر تسبیح کے صدقہ ہے۔ اور ساتھ ہر تکبیر کے صدقہ اور ساتھ ہر الحمد للہ کہنے کے صدقہ ہے اور ساتھ ہر لا الٰہ الا اللہ کے صدقہ ہے۔ اور ہمارا حکم ساتھ تمام بھلی باتوں کے صدقہ ہے اور ہمارا منع کرنا ہر بری بات سے صدقہ ہے ۱۲

اور تلاوت قرآن مجید موجب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ تو یہ بھی صدقہ ہو سکتا ہے۔ اور جیسے دعاء باوجود عبادت ہونیکے اموات کو نفع بخش ہے۔ تو قرآن مجید بھی عبادت ہے۔ اس کا ثواب بھی ضرور ہدیہ ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر اس مسئلہ کی بنیاد فقط قیاس پر ہوتی تو بھی کسی کو چون وچرا کی گنجائش ہوتی۔ مگر یہاں تو نبی آخر الزمان کے فتاویٰ و ائمہ اربعہ کے ماننے والوں کے فتاویٰ بکثرت ہیں۔ جیسا کہ پیچھے لکھ آیا ہوں۔ پس نہ ماننا صرف شرع شریف کے دشمنوں کا کام ہے۔ ایسے فعل مسنونہ کو حرام قرار دینے والا ہرگز اہلحدیث نہیں۔ بلکہ متبع ہوائے نفسانی ہے

اور یہ قیاس مذکورہ بالا صرف ہمارا ہی نہیں۔ بلکہ بڑے بڑے علماء نے اس طرح قیاس فرمایا۔ دیکھو مولوی وحید الزمان اپنی کتاب ہدیۃ المھدی صفحہ ۱۰۷ میں لکھتے ہیں۔ قَالَ شَیْخُنَا ابْنُ الْقَیِّمِ قِرْءَۃُ الْقُرْاٰنِ وَاِھْدَاءُ ھَا لِلْمَیِّتِ تَطَوُّعًا بِغَیْرِ اُجْرَۃٍ تُوْصِلُ الثَّوَابَ اِلَیْہِ وَھٰذَا وَاِنْ لَّمْ یَکُنْ مَعْرُوْفًا فِی السَّلَفِ وَلٰکِنِ الدَّلِیْلُ یَقْتَضِیْہِ فَاِنَّہٗ اِذَا وَصَلَ ثَوَابُ الْحَجِّ وَالصِّیَامِ وَالدُّعَاءِ وَالْاِسْتِغْفَارِ وَالصَّدَقَۃِ اِلَی الْمَیِّتِ بِنُصُوْصِ الْاَحَادِیْثِ الصَّحِیْحَۃِ فَاَیُّ مَانِعٍ یَمْنَعُ مِنْ ثَوَابِ الْقُرْاٰنِ ۱۲

ترجمہ :۔ کہا ہمارے شیخ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے کہ قرأت قرآن اور اُس کا ہدیہ کرنا واسطے میت کے از روئے نفل کے بدوں کسی اجرت کے پہنچاتا ہے ثواب کو طرف اُس کے اور یہ امر اگرچہ سلف میں مشہور نہ تھا (یعنی سلف میں تھا۔ مگر مشہور نہ تھا) ولیکن دلیل اُس کو چاہتی ہے۔ سو اس مسئلہ کا معاملہ تحقیقی یہ ہے۔ کہ جب ثواب حج اور روزوں اور دعاء اور استغفار اور صدقہ کا میت کو احادیث صحیحہ کی رُو سے پہنچتا ہے۔ تو وہ کونسا امر ہے جسکی وجہ سے قرآن کا ایصال میّت کو نہیں ہو سکتا ۱۲

فصل

تیجا۔ ساتواں۔ چالیسواں۔ دعاء بر طعام کے مانعین سے جب آپ دلیل وحدیث سے ممانعت کی پوچھیں گے تو شتر مرغ کی طرح چالیں چلتے ہوئے آپکو دکھلائی دیں گے۔ کبھی کہیں گے بدعت ہے۔ مگر بدعت کی تعریف خود ساختہ ہوگی جس کی وجہ سے آپ کو ان کا کلاب النار ہونا ثابت ہو جائیگا۔ اور بعض وقت فقہ کی یہ عبارتیں بوجہ نا سمجھی پیش کر کے اپنی جہالت کا ثبوت دیتے پھریں گے۔ ان کو مع جوابات لکھتا ہوں۔ بغور مطالعہ فرماؤ۔

(۱) قَالَ فِی الْفَتْحِ وَیُکْرَہُ اِتِّخَاذُ الضِّیَافَۃِ مِنَ الطَّعَامِ مِنْ اَھْلِ الْمَیِّتِ لِاَنَّہٗ شُرِعَ فِی السُّرُوْرِ لَا فِی الشُّرُوْرِ وَھِیَ بِدْعَۃٌ مُّسْتَقْبَحَۃٌ رَوَی الْاِمَامُ ابْنُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَۃَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ عَنْ جَرِیْرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ کُنَّا نَعُدُّ الْاِجْتِمَاعَ اِلٰی اَھْلِ الْمَیِّتِ وَصَنِیْعَھُمُ الطَّعَامَ

مِنَ النِّيَاحَةِ ۱۲

(۲) وَفِي الْقَاضِيْ خَانِ وَيُكْرَهُ اِتِّخَاذُ الضِّيَافَةِ فِي اَيَّامِ الْمُصِيْبَةِ لِاَنَّهَا اَيَّامُ تَاَسُّفٍ فَلَا يَلِيْقُ بِهٖ مَا يَكُوْنُ لِلسُّرُوْرِ وَاِنِ اتَّخَذَ طَعَامًا لِلْفُقَرَاءِ كَانَ حَسَنًا (کتاب الحظر والاباحۃ)

ان عبارتوں سے دو مسئلے ثابت ہوئے۔ اوّل ایام مصیبت میں ضیافت برادرانہ جس کو بھاجی کہتے ہیں۔ مثل شادی نہ کرے۔ کیونکہ ایسی دعوت سروریں ہوتی ہے۔ پس مصیبت کے دنوں میں نہ چاہیئے۔ پھر استثناء کرکے دوسرا مسئلہ یہ بیان ہوا۔ کہ اگر فقراء کے لئے کھانا پکادیگا تو حسن ہے۔

پس ان دونوں عبارتوں پر ہمارا عمل ہے۔ الحمد للہ علی ذالک کثیرا

(۳) وَفِي الْبَزَّازِيَّةِ وَيُكْرَهُ اِتِّخَاذُ الطَّعَامِ فِي الْيَوْمِ الْاَوَّلِ وَالثَّالِثِ وَبَعْدَ السُّبُوْعِ وَنَقْلُ الطَّعَامِ اِلَى الْقَبْرِ فِي الْمَوَاسِمِ وَاتِّخَاذُ الدَّعْوَةِ بِقِرْءَةِ الْقُرْاٰنِ وَجَمْعُ الصُّلَحَاءِ لِلْخَتْمِ اَوْ لِقِرْءَةِ سُوْرَةِ الْاَنْعَامِ اَوِ الْاِخْلَاصِ وَالْحَاصِلُ اَنَّ اِتِّخَاذَ الطَّعَامِ عِنْدَ قِرْءَةِ الْقُرْاٰنِ لِاَجْلِ الْاَكْلِ يُكْرَهُ وَفِيْهَا مِنَ الْكِتَابِ الْاِسْتِحْسَانِ وَاِنِ اتَّخَذَ طَعَامًا لِلْفُقَرَاءِ كَانَ حَسَنًا ۱۲

(۴) وَفِي شَرْحِ الْمِنْهَاجِ لِلنَّوَوِيِّ الْاِجْتِمَاعُ عَلَى الْمَقْبَرَةِ فِي الْيَوْمِ الثَّالِثِ وَتَقْسِيْمُ الْوَرْدِ وَالْعُوْدِ وَاِطْعَامُ الطَّعَامِ فِي الْاَيَّامِ الْمَخْصُوْصَةِ كَالثَّالِثِ وَالْخَامِسِ وَالتَّاسِعِ وَالْعَاشِرِ وَالْعِشْرِيْنَ وَالْاَرْبَعِيْنَ وَالشَّهْرِ السَّادِسِ وَالسَّنَةِ بِدْعَةٌ مَمْنُوْعَةٌ ۱۲

بزازیہ کی عبارت سے تین مسئلے معلوم ہوئے۔ مسئلہ اول یہ ہے۔ کہ مکروہ ہے کھانا تیار کرنا میت کا پہلے دن اور تیسرے دن اور ہفتہ کے بعد یعنی آٹھویں دن۔ سو اس میں ساتویں۔ چالیسویں کا نام بھی نہیں۔ پھر چہلم و ساتویں کی ممانعت پر یہ عبارت کس طرح دلیل ہوسکتی ہے۔ اگر بالفرض مان بھی لیا جاوے۔ کہ ان ایام میں اتخاذ طعام مکروہ۔ تو یہ فتویٰ بوجہ حدیث مخالف ہوکر ناقابل قبول ہوگا۔ وہ حدیث یہ ہے۔ کہ عاصم بن کلیب نے اپنے باپ سے روایت کی۔ اور اُس نے ایک صحابی انصاری رضی اللہ عنہ سے کہ ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ پر نکلے۔ میں نے دیکھا۔ کہ آپ گورکن سے فرما رہے ہیں۔ کہ پاؤں کی طرف سے قبر کو فراخ کر اور سر کی طرف سے فراخ کر۔ پھر جب بعد دفن کے واپس ہوئے۔ اُس میت کی بی بی نے آدمی بھیجا کہ کھانا تیار ہے۔ نوش جان فرمائیے۔ آپ نے قبول فرمایا۔ اور ہم سب جماعت آپ کے ساتھ تھے۔ وہاں گئے۔ کھانا سامنے آیا۔ آپ نے دست مبارک اپنا کھانے کی طرف بڑھایا۔ پھر سب جماعت قوم نے بڑھایا کھانا شروع کیا۔ پھر ہم نے دیکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ آپ دہن مبارک میں لقمہ چبا رہے ہیں اور نگلتے نہیں۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ میں جانتا ہوں۔ کہ یہ گوشت ایسی بکری کا ہے۔ جو مالک کی بے اجازت لی گئی ہے۔ عورت نے کہلا بھیجا۔ کہ یا رسول اللہ میں نے آدمی نقیع کی طرف بھیجا۔ جہاں بکریاں بکتی ہیں۔ تاکہ بکری مول آجاوے۔ لیکن نہ ملی۔ تب میں نے اپنے ہمسایہ کے پاس آدمی بھیجا۔ کہ جو اُس نے بکری خریدی۔ وہ مجھ کو بقیمت بھیجدے۔ اتفاق سے وہ ہمسایہ بھی گھر نہ تھا۔ پھر میں نے اُس کی بی بی کے پاس

بھیجا۔ اُس سے بے اذن خاوند کے بکری میرے پاس بھیجدی۔ تب فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کھلا دے یہ کھانا قیدیوں کو ۱۲

شیخ عبدالحق محدث دہلوی وغیرہ محدثین لکھتے ہیں۔ کہ وہ قیدی کفار تھے۔ کہ دائرہ تکلف شرعی سے خارج تھے۔ اور وہ خاوند اس کا نہ ملا۔ تا کہ اُس کا اذن لیا جاتا اور مسلمان کھا لیتے۔

روائت کیا اس حدیث کو ابوداؤد نے اور بیہقی نے دلائل نبوت ہیں۔ اور کہا علامہ ابراہیم حلبی نے شرح کبیر میں کہ روائت کیا اس حدیث کو امام احمد نے ساتھ اسناد صحیح کے۔

الغرض اس حدیث صحیح سے ثابت ہؤا۔ کہ اہل میت کی دعوت قبول کرنی جائز ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے روز دعوت قبول کی۔ اور غنی بھی اس دعوت میں شریک ہو سکتا ہے۔

پس فتاویٰ بزازیہ کی عبارت چونکہ حدیث کے مخالف ہے۔ لہٰذا اس پر عمل نہ ہوگا۔ ہاں اگر اہل میت ریا و سمعہ کے واسطے طعام تیار کریں۔ ثواب کی غرض نہ ہو تو ایسی دعوت مکروہ ہے کتاب انجاح الحاجہ شرح ابن ماجہ میں لکھا ہے۔ وَاَمَّا صَنْعَةُ الطَّعَامِ مِنْ اَهْلِ الْمَيِّتِ اِذَا كَانَ لِلْفُقَرَاءِ فَلَا بَأْسَ بِهٖ لِاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبِلَ دَعْوَةَ الْمَرْءَةِ الَّتِيْ مَاتَ زَوْجُهَا كَمَا فِيْ سُنَنِ اَبِيْ دَاؤُدَ یعنی کھانا تیار کرنا اہل میت کا جب بنظر ثواب فقراء کے لئے ہووے کچھ مضائقہ نہیں۔ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول کی دعوت اُس عورت کی۔ کہ جس کا خاوند مر گیا تھا۔ جیسا کہ سنن ابوداؤد میں ہے

اور لکھا ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقات میں هٰذَا الْحَدِيْثُ بِظَاهِرِهٖ يَرُدُّ عَلٰى مَا قَرَّرَهٗ اَصْحَابُ مَذْهَبِنَا مِنْ اَنَّهٗ يُكْرَهُ اِتِّخَاذُ الطَّعَامِ فِي الْيَوْمِ الْاَوَّلِ وَالثَّالِثِ وَبَعْدَ الْاُسْبُوْعِ یعنی یہ حدیث عاصم بن کلیب کی رد کر رہی ہے کھلے طور پر اُس مسئلہ کو۔ جو ہمارے مذہب والوں نے قرار دیا ہے۔ کہ کھانا تیار کرنا پہلے اور تیسرے روز اور ہفتہ بعد مکروہ ہے۔ اس کے بعد اپنے مذہب والوں کی وجہ یہ بیان کی ہے۔

يُحْمَلُ عَلٰى كَوْنِ بَعْضِ الْوَرَثَةِ صَغِيْرًا اَوْ غَائِبًا اَوْ لَمْ يُعْرَفْ رِضَاءُهٗ اَوْ لَمْ يَكُنِ الطَّعَامُ مِنْ عِنْدِ اَحَدٍ مُعَيَّنٍ مِنْ مَّالِ نَفْسِهٖ وَنَحْوُ ذٰلِكَ ۱۲

ترجمہ:۔ کہ اُن کا حکم محمول ہے ایسے مقامات پر کہ جس کے وارثوں میں کوئی چھوٹا لڑکا نابالغ ہو یا یہ کہ نابالغ نہ ہو لیکن غائب ہو وہاں موجود نہ ہو یا موجود ہو۔ لیکن اُس کی رضامندی معلوم نہیں ہوتی اور کیا جاوے یہ کھانا خاص مال ترکہ سے۔ اور نہ کیا ہووے ایک معین وارث نے اپنے مال سے اور مانند اس کی۔ یعنی جیسے یہ عذر ہم نے بیان کئے ایسے ہی اور عذر مثل ریا و سمعہ وغیرہ کے سبب پیش ہوویں اُن کے سبب کھانا میت کا منع کیا جاویگا۔ ہمارے اصحاب مذہب کی غرض یہ ہے نہ کہ اہل میت کا دعوت کرنا اگر محض ثواب کے لئے اور موانع مذکورہ سے خالی ہو۔ تب بھی مکروہ ہے۔ حاشا و کلا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جس کے فاعل ہوں۔ وہ ہرگز مکروہ نہیں ۱۲

اور جو لوگ حدیث مذکورہ بالا کو رد کرتے ہیں۔ بباعث اثر جریر بن عبداللہ جس کو امام احمد و ابن ماجہ نے

روائت کیا ہے۔ قَالَ نَعُدُّ الْاِجْتِمَاعَ اِلٰی اَهْلِ الْمَیِّتِ وَصَنْعَهُمُ الطَّعَامَ مِنَ النِّیَاحَةِ یعنی ہم نیاحت میں شمار کیا کرتے تھے اِس بات کو۔ کہ لوگ جمع ہوویں اہل میّت کے پاس۔ اور وہ اُن کے لئے کھانا تیار کریں ۱۲۔

سو اس کا جواب ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقات شرح مشکوٰت میں یہ دیا ہے۔ فَیَنْبَغِیْ اَنْ تُقَیَّدَ کَلَامُهُمْ بِنَوْعٍ خَاصٍّ مِنْ اِجْتِمَاعٍ یُوْجِبُ اِسْتِحْیَاءَ اَهْلِ الْمَوْتِ فَیُطْعِمُوْنَهُمْ کُرْهًا یعنی ہم کو چاہئیے کہ نہ مطلق رکھیں اِس اجتماع کے منع کو۔ بلکہ مقید کردیں کلام ارباب فتاوی مستندہ وحدیث جریر کو ایک قسم کے اجتماع خاص کے ساتھ۔ کہ آدمی خواہ نخواہ جمع ہوجاویں۔ اور وارثان میّت اُن کو شرما شرمی سے کھلائیں جبراً وکرہاً تو یہ اجتماع البتہ درجہ حرمت میں اور مستحق لعنت ہوگا۔ جس کا گناہ نوحہ کے برابر ہے اِس صورت میں الاجتماع کا لام حدیث جریر میں عہد کے واسطے ہے ۱۲

اور دوسری بڑی خرابی یہ لازم آئے گی۔ کہ اِس حدیث جریر میں اجتماع الی المیت وصنع طعام مطلق ہے۔ زمانہ بھی مطلق اور اجتماع وصنع طعام بھی مطلق۔ تو اس سے دو قباحتیں اشد لازم آئیں۔ ایک یہ کہ میّت کے بعد ابداً اہل میت کے گھر جب کبھی اجتماع واطعام۔ طعام خواہ کسی وجہ سے ہو۔ ممنوع وحرام ہوگیا۔ اور یہ بڑی حرج کی بات ہے۔ اِسی واسطے علامہ حلبی شرح مینہ میں اس کا مطلب اِس طرح بیان کرتا ہے۔

کہ فتاوی بزازیہ کی عبارت نظر سے خالی نہیں۔ کیونکہ کراہت پر کوئی دلیل نہیں سوا حدیث جریر بن عبداللہ کے وَاِنَّمَا یَدُلُّ عَلٰی کَرَاهَةِ ذٰلِكَ عِنْدَ الْمَوْتِ فَقَطْ عَلٰی اَنَّهٗ قَدْ عَارَضَهٗ مَا رَوَاهُ الْاِمَامُ اَحْمَدُ بِسَنَدٍ صَحِیْحٍ وَاَبُوْ دَاوٗدَ عَنْ عَاصِمِ ابْنِ کُلَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ الخ (فتاوی حلبی مجتبائی صفحہ ۵۶۵) یعنی یہ حدیث جریر فقط موت ہی کے وقت منع طعام واجتماع کی کراہت تحریمیہ پر دلالت کرتی ہے لاغیر کیونکہ وہ وقت تأسف اور مشغولی تکفین وغسل وغیرہ کا ہے۔ اور بعد دفن کا حکم اِس سے خارج ہے۔ ورنہ یہ حدیث موقوف حدیث مرفوع صحیح کے معارض ہوجائے گی۔ اور اگر زمانہ کو مطلق رکھا جاوے اور علامہ حلبی کی بھی توفیق بین الحدیثین کو نہ مانا جاوے۔ تو بڑی قباحت یہ لازم آئے گی۔ کہ صنع طعام واجتماع تمام ازمنہ میں بوجہ اَلْمُطْلَقُ یَجْرِیْ عَلٰی اِطْلَاقِهٖ مکروہ تحریمیہ ہوگا۔ تو جس طرح ایام معینہ مسئولہ کی فاتحات میں اجتماع وصنع طعام مکروہ ہوگا۔ اسی طرح ایام غیر معینہ میں مکروہ ہوگا۔

پس تیجا۔ ساتواں اور چالیسواں کے مانعین جس دلیل سے ایام معینہ مسئولہ کے طعام کو منع کرتے پھرتے ہیں۔ اُسی دلیل سے ایام غیر معینہ میں طعام مساکین مکروہ وحرام مثل نوحہ ٹھیرے گا۔

فَفَسَادُهٗ ظَاهِرٌ کیونکہ خود صاحب فتاوی بزازیہ نے وَاِنِ اتَّخَذَ لِلْفُقَرَاءِ فَکَانَ حَسَنًا کہا یعنی اگر ایام معینہ مثل پہلے۔ تیسرے، آٹھویں وغیرہ میں غریب آدمیوں کے لئے کھانا تیار کریں تو خوب ہے۔

معلوم ہوا۔ کہ صاحب بزازیہ کے نزدیک کراہت بباعث تخصیص ایام نہیں۔ بلکہ اِس وجہ سے ہے۔ کہ اُس کے لوگ مساکین کو کھانے پر نہیں بلاتے تھے۔ بلکہ برادری کو اور دوست وآشنا واغنیاء کو رسماً کھلاتے تھے۔ جیسا کہ آج کل بھی لاہور وغیرہ میں رسم قائم ہے۔

ہاں! اگر صاحب بزازیہ یوں لکھتا وَاِنِ اتَّخَذُوا الطَّعَامَ فِی غَیْرِ الْاَیَّامِ الْمَخْصُوْصَۃِ لَکَانَ حَسَنًا تو بلاشبہ اُن کی ایسی عبارت سے کراہت اطعام طعام بباعث تعین ایام مان لی جاتی۔ جب ایسا نہیں لکھا تو ناتعین تیجا و ساتواں و چالیسواں کی مراد اُن کی اِس عبارت سے ثابت نہ ہوئی فَافْهَمْ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ۔

اور دوسرا مسئلہ فتاوی بزازیہ و شرح منہاج سے یہ نکلا۔ کہ میّت کی قبر پر کھانا لے جانا مکروہ ہے۔ پس یہ بات ہم پر حجت نہیں۔ کیونکہ قبور پر کھانا لے جانا ہمارا فعل نہیں۔

اور تیسرا مسئلہ یہ نکلا۔ کہ قاریوں و حافظوں کو ختم قرآن کے واسطے جمع کرنا مکروہ ہے۔ سو یہ اُس صورت میں منع ہے۔ جبکہ حافظوں کو مزدوری دے کر پڑھایا جاوے۔

دیکھو تاج الشریعہ شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں۔ اِنَّ الْقُرْاٰنَ لَا يَسْتَحِقُّ بِالْاُجْرَةِ الثَّوَابَ لَا لِلْمَيِّتِ وَلَا لِلْقَارِیْ وَقَالَ الْعَيْنِیُّ فِیْ شَرْحِ الْهِدَايَةِ وَيَمْنَعُ الْقَارِیُ لِلدُّنْيَا وَالْاٰخِذُ وَالْمُعْطِیْ اٰثِمَانِ فَالْحَاصِلُ اَنَّ مَا شَاعَ فِیْ زَمَانِنَا مِنْ قِرَاءَةِ الْاَجْزَاءِ بِالْاُجْرَةِ لَا يَجُوْزُ لِاَنَّ فِيْهِ الْاَمْرُ بِالْقِرْءَةِ وَاِعْطَاءِ الثَّوَابِ لِلْاٰمِرِ وَالْقِرْءَةِ لِاَجْلِ الْمَالِ فَاِذَا لَمْ يَكُنْ لِلْقَارِیْ ثَوَابٌ لِعَدَمِ النِّيَّةِ الصَّحِيْحَةِ فَاَيْنَ يَصِلُ الثَّوَابُ اِلَى الْمُسْتَاْجِرِ لَوْلَا الْاُجْرَةُ مَا قَرَءَ اَحَدٌ فِیْ هٰذَا الزَّمَانِ بَلْ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ مَكْسَبًا وَوَسِيْلَةً اِلٰى جَمِيْعِ الدُّنْيَاءِ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

ترجمہ:۔ بہ تحقیق پڑھنا قرآن کا ساتھ اجرت کے نہیں حق رکھتا ثواب کا۔ نہ واسطے میّت کے اور نہ واسطے قاری کے۔ اور عینی شرح ہدایہ میں ہے۔ کہ منع کیا جاوے قاری کہ دنیا کے حصول کی خاطر قرآن نہ پڑھے مزدوری لینے والا اور دینے والا دونوں گنہگار ہوتے ہیں

پس حاصل یہ ہوا۔ کہ جو ہمارے اِس زمانہ میں مشہور ہے۔ کہ سیپارہ سیپارہ ساتھ اجرت کے پڑھتے ہیں جائز نہیں۔ کیونکہ اِس میں حکم ہے قرآن کی قرأت کا۔ اور اس کا ثواب عطاء کرنے کا امر کرنے والے کو۔ اور حکم ہے قرآن کے پڑھنے کا واسطے مال کے۔ پس جب قاری کو بوجہ عدم نیت ثواب نہیں۔ تو مستاجر کو ثواب کیسے ایصال ہوگا اور اگر اجرت نہ ہوتی۔ تو کوئی شخص بھی اِس زمانہ میں قرآن نہ پڑھتا بلکہ قرآن کو وسیلہ کسب و جمع دنیا کا انہوں نے بنایا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۱۲

اور قرآن پاک میں ہے وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِیْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِقْرَءُوا الْقُرْاٰنَ وَلَا تَاْكُلُوْا بِهٖ یعنی پڑھو قرآن اور نہ کھاؤ ساتھ اُس کے۔ اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے عہد لیا وَاِنِ اتَّخِذْتَ مُؤَذِّنًا فَلَا تَاْخُذْ عَلَى الْاَذَانِ اَجْرًا یعنی اگر موذن کیا جاوے۔ تو پس اذان پر کوئی اجرت نہ لے تو۔

پس صاحب بزازیہ کی غرض یہ ہے۔ کہ قرآن مزدوری لے کر نہ پڑھا جاوے۔ کیونکہ قرآن مجید کو بغرض ایصال ثواب پڑھنا تمام اہل سنت والجماعت کے نزدیک جو اہل صلاح و دیانت والے ہیں جائز ہے۔ جیسا کہ میں

میں پیچھے لکھ آیا ہوں۔

عبارت بزازیہ کی عبارت کو ہمارے متنازع فیہ مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں۔

(۵) قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وصیت نامہ میں لکھتے ہیں۔

و بعد مردن من رسوم دنیوی مثل دہم و بستم و چہلم و ششماہی و برسینی ہیچ نکنند۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ از سہ روز ماتم کردن جائز نہ داشتہ اند الی آخرہٖ ۱۲

جواب:۔ قاضی صاحب رسوم دنیوی سے منع فرماتے ہیں۔ للہ کھلانے سے منع نہیں فرماتے۔ اور للہ کھلانا امور دین سے ہے۔ قاضی صاحب کی غرض یہ ہے۔ کہ عورتیں ان ایام میں جمع ہو کر رویا پیٹا کرتی ہیں۔ کیونکہ قاضی صاحب منع کی دلیل میں فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن سے زیادہ ماتم کرنا جائز نہیں فرمایا۔

پس معلوم ہوا۔ کہ آپ نے ماتم کرنے سے منع فرمایا ہے۔ کیونکہ آپ خود ہی وصیّت نامہ میں فرماتے ہیں

"از کلمہ۔ درود۔ استغفار از مال حلال صدقہ بفقراء باخفاء امداد فرمائند" ۱۲

اس سے اشارہ نکلا۔ کہ آپ نے اپنے ورثہ میں کچھ طریقہ نمود اور نمائش وغیرہ کا دیکھا ہوگا۔ اس واسطے اخفاء کا حکم فرمایا۔ ورنہ صدقہ ظاہر کر کے شرع میں درست ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ اگر کھلی دو خیرات تو کیا اچھی بات ہے۔

(۶) حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طَعَامُ الْمَیِّتِ یُمِیْتُ الْقُلُوْبَ کہ میّت کا طعام دل کو مُردہ کر دیتا ہے۔

جواب:۔ تمہارا ترجمہ غلط ہے۔ بلکہ صحیح ترجمہ اس طرح ہے۔ کہ مردار کا کھانا دل کو مُردہ کر دیتا ہے۔ تمہارا ترجمہ اُس وقت صحیح ہوتا۔ جبکہ عبارت طُعَامُ طَعَامِ الْمَیِّتِ یُمِیْتُ الْقُلُوْبَ ہوتی۔ اگر تمہارا ترجمہ صحیح مان لیا جاوے۔ تو اُن سب حدیثوں کا جو ترغیب خیرات برائے اموات ہیں اور باجماع امت مقبول ہیں کیا جواب ہوگا۔

(۷) مدارج النبوت جلد اوّل باب ۱۰ در انواع عبادات صفحہ ۴۸۸ میں ہے۔

"اما ایں اجتماع مخصوص روز رسوم وارتکاب تکلفات و دیگر وصرف اموال بے وصیّت از حق یتامیٰ بدعت است و حرام است و حد تعزیت تا سہ روز است و بعد از اں مکروہ و بعضے تا ہفت روز تجویز نیز کردہ اند ۱۲

جواب:۔ اجتماع مخصوص کو بدعت فرمایا۔ یہ یا تو برادری کی ضیافت ہوگی یا عورتیں جمع ہو کر نوحہ کرتی ہونگی۔ ورنہ اگر للہ کھانا کھلانا تیسرے روز ممنوع ہوتا۔ تو اجتماع کے ساتھ مخصوص کی قید نہ لگاتے۔ جب تک اِس مخصوص کا کوئی مطلب بیان نہ کرو۔ تمہارا استدلال لغو ہے ۱۲

تمام رسالہ خلاصہ ذہن نشین کرلو

شریعت نے بعض عبادات کو بعض ہیئات و خصوصیات کے ساتھ مقید کر دیا ہے۔ اُن کو اسی طرح ادا کرنا چاہیئے۔ ان میں تغیر و تبدل زیادت و نقصان روا نہیں۔ اور بعض عبادات کو شریعت نے مطلق رکھا ہے۔ اور اُن کو کسی ہیئت و کیفیت و کمیت کے ساتھ مقید نہیں کیا۔ انہیں جس طرح ادا کریں گے بشرطیکہ اس خاص شکل کی شریعت میں ممانعت نہ آئی ہو امتثال امر ہوگا۔

اور مسئلہ متنازعہ فیہا کا ثبوت شرع شریف کے مطلق دلائل سے ہے۔ اور شرع کا اطلاق بتلا رہا ہے کہ سب صورتوں کی اجمالاً اجازت ہے۔ گو تفصیل پر شہادت نہ ملے ثبوت کے لئے تصریح جزئیات و ہیئت مخصوصہ کی ضرورت نہیں۔ ہاں اطلاق کی بعض صورتوں پر تو ہم نے تصریح بھی دکھلا دی۔ مگر اُن پر وجوب کا اعتقاد رکھ لینا اور دوسری صورتوں کو جائز قرار نہ رکھنا عظیم الشان بدعت ہے۔ کیونکہ اس سے شرع میں تغیر لازم آئیگا۔ اور یہی بدعت ہے۔

اور اگر کوئی سب صورتوں کے جواز پر اعتقاد رکھتے ہوئے ایک صورت کو بطور مصلحت اختیار کر لیوے۔ اور اُس پر عمل کرے تو بھی مسنون ہوگا۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی طریقہ تھا۔ کہ مطلق کی سب صورتوں میں سے ایک صورت پر عمل کر لیتے۔ اور باقی صورتیں بھی جائز رہتیں۔ جیساکہ مقدمہ کے امر سوم میں مفصلاً لکھا گیا ہے۔

پس ہمارا تیجا۔ ساتواں اور چالیسواں کو موجودہ صورت سے کرنا قرآن و حدیث کے عمومات کی جمیع صورتوں سے ایک صورت ہے۔ جس کو دو مصلحتوں کی خاطر شروع کیا گیا ہے۔

مصلحت اوّل:۔ کہ لوگ عین ایک میعاد پر سب کے سب جمع ہو جاتے ہیں۔ اور کام خوش اسلوبی سے پورا ہو جاتا ہے۔ اِس کو ہم واجب ہرگز نہیں کہتے۔ اور نہ ہی کوئی مسلمان وجوب سمجھتا ہے۔

اور اگر معترض اعتراض کرے۔ کہ اگر تم اِن دِنوں میں فاتحہ کو واجب نہیں سمجھتے۔ تو دِن سے اگلے روز یا ان دِنوں کے علاوہ کسی اَور دِن میں کیوں نہیں کر لیتے۔ تو جواب یہ ہے۔ کہ

اگر ہم کسی اَور دن کو متعین کریں گے تو پھر بھی آپ کا اعتراض باقی رہے گا۔ کہ یہ دن کیوں مقرر کئے۔ تعیین بدعت ہے۔ حالانکہ بوجہ مصلحت تعیین مسنون ہے۔

مصلحت دوم:۔ اگر مانعین کی ممانعت بلا اصل سے مرعوب ہو کر ایام مخصوصہ مسئولہ مروجہ کی فاتحہ چھوڑ دی جاوے۔ تو تمام دین سے بے خبر لوگ جان لیویں گے۔ کہ واقعی تیجا۔ ساتواں اور چالیسواں حرام۔ مکروہ اور بدعت تھا۔ تبھی تو مجوزین نے ان کی پکار پر چھوڑ دیا ہے۔ چنانچہ موجودہ حالت

بے خبر لوگوں کی شاہد ہے۔ کیونکہ جس امر کے جواز کی بہت صورتیں ہوں۔ اور ان میں سے ایک صورت پر بوجہ کسی مصلحت عمل ہو رہا ہو۔ تو اُس وقت کسی جماعت کے سرکردہ لوگوں کا اسی معینہ صورت کو حرام و بدعت کہنا اور مسلمانوں کا اُس معینہ صورت کا بوجہ اس کے کہ فساد بین المسلمین بپا نہ ہو ترک کر کے کسی دوسری صورت کو اختیار کرنا ان کے اغراض فاسدہ یعنی حرمت و بدعت کی تائید کرنی ہو گی تو اس سے جائز امر کو بدعت و حرام کہنا پڑے گا۔

یہی وجہ ہے کہ مسلمان علماء ایام معینہ مروجہ کی فاتحہ پر ترغیب دیتے رہتے ہیں۔ ہاں جس روز مانعین بذریعہ اشتہارات و فتاوی سب کے سب اعلان کر دیں گے۔ کہ ہمارا فتویٰ تیجا۔ ساتواں۔ چالیسواں کے متعلق جو حرام و بدعت کا تھا غلط تھا۔ بلکہ قرآن و حدیث کے عام دلائل و خاص دلائل کی رو سے فاتحہ مروجہ جائز و مسنون ہے۔ تو انشاءاللہ الرحمٰن ہم بھی بایں طور اعلان شائع کر دیں گے۔ کہ

اے امت محمدیؐ کے بے خبرو! چونکہ تمہارے وہابی مولویوں نے اپنے اغراض فاسدہ سے جو فاتحہ مروجہ کے حرام ہونے پر فتویٰ دیا تھا۔ اُس سے تائب ہو کر فاتحہ مروجہ کے جواز کا اقرار کر کے آپ سے درخواست کی ہے۔ کہ دیگر صورتوں میں سے کسی اور صورت کو اختیار کر لو!

لہٰذا آپ اِن ایام کے علاوہ دوسرے دنوں میں فاتحہ دے لیا کرو۔ کیونکہ اب حلال و جائز اور مسنون امر کے حرام قرار دینے کا اُن کی طرف سے اندیشہ باقی نہیں رہا۔ آخر دوسری صورتیں بھی جائز ہیں۔ جیسے اِن دنوں میں اموات کو امداد پہنچانی جائز ہے۔ ویسے ہی دوسرے دنوں میں پہنچانی جائز ہے بلکہ آپ کا چالیس روز تک اور اُس کے بعد تک امداد پونچاتے رہنا خود اس امر پہ شاہد ہے۔

اگر وہابی مقلد و وہابی غیر مقلد صلح کے خواہاں ہیں۔ تو چشم ما روشن دلِ ما شاد ہمارا آج ہی سے اعلان سمجھیں۔

قَدْ اِنْتَهٰى مَا رُمْنَا وَتَمَّ مَا اَرَدْنَاهُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

محمد حسین عفی عنہ

۲/۱/۳۷

منکرین دعاء بر طعام کو

مبلغ یکصد ۱۰۰ روپیہ انعام

اس صورت میں دیا جاویگا۔ جبکہ وہ قرآن مجید و حدیث صحیح میں صاف طور پر بغیر کسی ایچ پیچ دکھلا دیں۔ کہ اللہ جل جلالہ اور اُسکے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء بر طعام برائے ایصال ثواب للاموات سے منع کیا ہے یا ایسے فعل کو عذاب فرمایا ہے۔ یا فوت شدہ کی وفات کے تیسرے یا ساتویں یا چالیسویں دن کے بعد اُسکی روح کو قرآن مجید و کلمہ و کلام و طعام کا ایک ہی وقت میں بواسطہ دعاء ثواب پہنچانیکی ممانعت فرمائی ہے۔ یا میرے اِس رسالہ میں کوئی حوالہ غلط ہے۔

اگر منکرین ممانعت کا حکم دکھلانے سے عاجز ہو جائیں۔ اور میرے رسالہ کا کوئی حوالہ غلط بھی ثابت نہ کر سکیں۔ تو ایسے بے ثبوت منع کے چھوڑنے میں ذرا دیر نہ کریں۔ ورنہ خدا کے سامنے جوابدہی ہوگی۔ والسلام علےٰ من اتبع الہدیٰ

المشتہر

ابو المحمود محمد حسینؒ بن حکیم محمد ابراہیمؒ صاحب گوندلانوالہ ضلع گوجرانوالہ